امام احمد رضا

نثری شہ پارے

مرتبہ
سید محمد ریاست علی قادری

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

اِمام احمد رضا کے نثری شہ پارے

مُرَتّبہ

سیّد محمد ریاست علی قادری

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا
کراچی

نام کتاب ــــــــــــــ امام احمد رضا کے نثری شہ پارے
S2790

مرتب ــــــــــــــ سید محمد ریاست علی قادری

کتابت ــــــــــــــ محمود احمد ناصر

ناشر ــــــــــــــ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا. کراچی

مطبع ــــــــــــــ آر. آئی پرنٹرز. اردو بازار. کراچی

سنہ طباعت ــــــــــــــ ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۴ء

اشاعتِ اوّل ــــــــــــــ ایک ہزار

قیمت ــــــــــــــ ۱۲/ روپے

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ رضویہ. فروز شاہ اسٹریٹ. آرام باغ. کراچی

اظہارِ تشکّر!

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی اپنے محسنِ خاص محترم جناب حمید اللہ قادری حشمتی صاحب کا ممنون و شکر گزار ہے جن کی مساعیٔ جمیلہ اور مالی تعاون سے یہ کتاب منظرِ عام پر آئی۔ اللہ تعالےٰ اُن کو اِس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

حرفِ آغاز

برصغیر پاک و ہند میں اردو زبان کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ اُس کی تاریخ بھی مرتب کی گئی۔ تاریخِ ادبِ اردو پر کئی بلند پایہ کتب معرضِ وجود میں آئیں۔ جن میں اردو شاعری پر دل کھول کر لکھا گیا اور ضمناً نثر اردو کے ارتقائی مراحل پر بھی لکھا گیا۔ لیکن اِن دونوں موضوعات کے تحت علمائے کرام کی کاوشوں کو یکسر فراموش کر دیا گیا۔ اردو نظم کی تاریخ میں نعتیہ شاعری پر بہت کم توجہ دی گئی جو حقائق سے مملو اور عشقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور تھی۔

تاریخِ ادبِ اردو میں نعتیہ شاعری جیسے وقیع موضوع پر صرف سرسری توجہ کی گئی۔ نثر اردو میں میر امن اور میر شیر علی افسوس کی نثر نگاری پر خوب دل کھول کر لکھا لیکن افسوس کہ اس میں علمائے کرام کی اُن خدمات کا خاطر خواہ ذکر نہیں کیا گیا جو اردو نثر نگاری کے ارتقاء میں ان کے قلم کی جنبش سے معرضِ وجود میں آئیں۔ اگرچہ ان علمائے کرام نے ادب لطیف کو اپنا موضوع نہیں بنایا اور نہ ہی اُن کی نثر نگاری کا یہ نصب العین تھا لیکن انیسویں اور بیسویں صدی میں ان حضرات کے قلم سے جو مذہبی کتب اور دینی موضوعات پر دل پذیر تحریریں منصہ شہود پر آئیں انھوں نے اردو نثر نگاری کے ارتقاء میں بھرپور کردار ادا کیا۔

پاک و ہند میں لکھی جانے والی تاریخِ ادبیات اردو میں علمائے کرام کی ان گرانقدر تصانیف کا بڑی بے دلی سے ذکر کیا۔ حیرت ہے کہ تاریخ نثر اردو (از مولانا حامد حسن قادری مرحوم) میں ان خدمات کو نہیں سراہا گیا۔ ضمناً کچھ

حوالے اس موضوع پر ملتے ہیں لیکن "علمائے کرام کا اردو نثر کی ترقی میں حصہ" کو موضوع بنا کر نہیں لکھا گیا۔ حالانکہ یہ ایک ایسا دقیع موضوع تھا کہ اس ایک موضوع پر، نی "نثر اردو کے ارتقاء" میں مبسوط کتابیں تالیف کی جا سکتی ہیں۔

میرے مرحوم فاضل دوست ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے اس موضوع کو اپنایا اور اس پر انہیں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری ملی لیکن افسوس کہ اُن کا یہ مبسوط مقالہ طبع ہو کر اہلِ علم کے سامنے نہ آ سکا۔

بیسویں صدی عیسوی میں اردو کے عناصرِ خمسہ پر خوب لکھا گیا۔ لیکن وہاں بھی اگر نظر انداز کیا گیا تو صرف اُن علمائے کرام کو جو نثرِ اردو میں تحقیق و تدقیق کی بساط بچھا گئے تھے اور اردو نثر کا ایک گرانقدر ذخیرہ اپنی متنوع الموضوع تصانیف کی صورت میں یادگار چھوڑ گئے تھے۔

ایسے ہی باکمال صاحبِ طرز اردو انشاپردازی میں اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ ہیں جن کے فتاویٰ یعنی فتاویٰ رضویہ کی گیارہ جلدوں میں اردو کے قابلِ ذکر جواہر پارے موجود ہیں۔ اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کا ترجمہ قرآنِ مجید موسوم بہ "کنز الایمان" مخصوص خوبیوں کے علاوہ اردو نثر کا ایک عظیم شاہکار ہے۔

امام احمد رضاؒ اپنے دَور کے ایک جلیل القدر عالمِ دین اور مذہبی رہنما تھے اُن کی ایک ہزار سے زائد مختلف الموضوع کتب اُن کے تبحرِ علمی، وسیع النظری اور اردو ادب میں عبور اور کمال کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنے نصب العین، عقائد اور تبلیغِ دین کی خدمت کے لیئے جب اظہارِ مدعا کا کوئی ذریعہ تلاش کیا ہوگا تو کسی نہ کسی زبان و ادب کو ابلاغ کا ذریعہ بنایا ہوگا۔ عربی اور فارسی تو اُن کے دَور میں خواص کی زبان تھی۔ اردو کو ایک عمومی زبان کا منصب حاصل تھا۔ چنانچہ عام موضوعات کے اظہار کے لیئے انہوں نے

اردو ہی کو اظہار کا ذریعہ بنایا اور اس طرح اعلیٰحضرت امام احمد رضا نے اردو زبان و ادب کی ترقی و توسیع میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

اُن کی تحریروں میں جا بجا ایسے الفاظ نظر آتے ہیں جن کو اگر وہ استعمال نہ فرماتے تو وہ کبھی کے متروک ہو چکے ہوتے۔ یہی کچھ حال محاورات کا ہے۔ انہوں نے اردو نثر میں ہزاروں محاورات استعمال کیئے ہیں۔ اُن کے اندازِ بیان میں دلکشی اور اثر آفرینی کے جواہر موجود ہیں۔ اُن کی نثر دلوں میں اُترتی چلی جاتی ہے۔ انہوں نے اردو نثر نگاری کو بانکپن عطا فرمایا اور اردو روزمرّہ کو اپنے اندازِ بیان سے پُرکیف اور دل نشیں بنا دیا۔

زیرِ نظر کتاب میں امام احمد رضاؒ کی مختلف الموضوع تصانیف سے اردو نثر نگاری کے چند نمونے بطورِ خاص قارئین کرام کے مطالعہ کے لیئے پیش کرنیکی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ آپ حضرات کو اندازہ ہو کہ تاریخِ ادبِ اردو کے مرتّبین و مصنفین نے کس قدر فراموش کاری کو اپنایا ہے اور اُن کے قلم سے اردو ادب کے کیسے کیسے عظیم قلمکار اور صاحبِ فن حضرات کی خدمات ہماری نگاہوں سے اوجھل رہی ہیں۔ یقین ہے کہ کوئی صاحبِ علم و ادب اس طرف توجہ فرماکر تاریخِ ادب اردو کی اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش فرمائیں گے اور اُس خلا کو پُر کریں گے جس سے اردو ادب کا دامن ابھی تک خالی ہے۔

امید ہے ادب نواز اور علم دوست احباب میری اس پیشکش کو شرفِ قبولیت سے نوازیں گے۔

سید محمد ریاست علی قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام احمد رضا قدس سرہٗ چودھویں صدی کے جلیل القدر عالم، عظیم المرتبت مفتی، بلند پایہ مصنف، دیدہ ور سیاست دان، صاحبِ بصیرت سائنسداں، لائق و فائق نکتہ داں، باکمال شاعر اور ایک صاحبِ طرز انشا پرداز ادیب تھے۔ انہیں اردو، ہندی، فارسی اور عربی نظم و نثر پر یکساں عبور تھا۔ بلاشبہ علم و فن میں ان کے معاصرین میں ان کا کوئی ہم پلّہ نہ تھا۔ اور کثرتِ علوم پر اُن کو جو مہارت حاصل تھی اس کی نظیر اُن کے عہد میں تو کیا ماضی میں بھی شاذ ہی نظر آتی ہے۔

امام احمد رضاؒ جیسی نابغۂ روزگار ہستیاں صدیوں بعد منصۂ شہود پر جلوہ آرا ہوتی ہیں۔ ان کی شخصیت جامع علوم و جامع صفات تھی۔ وہ دنیائے اسلام کے ایک فقید المثال محقق اور عدیم المثال فقیہہ تھے۔ ان کی ذات علم و فن کا ایک ایسا منارۂ نور تھی جس کی ہر شعاع ظلمتوں میں گھرے ہوئے اور راہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں کے لیے تسکین قلب و جاں تھی۔

امام احمد رضاؒ پچپن علوم و فنون پر نہ صرف عبور رکھتے تھے بلکہ انہوں نے علم و فن کی ہر صنف پر بے شمار کتابیں تحریر فرمائیں۔ ان کی کتب کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ہر موضوع پر ادیبانہ اسلوب نگارش اختیار

کرنے پر کتنی قدرت رکھتے تھے۔ ادب و شاعری میں اُن کا مقام صفِ اوّل کے شہ سواروں میں ہوتا ہے۔ ان کی ادبی خدمات سے کسی طرح صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ایک کہنہ مشق ادیب اور بے باک قلمکار تھے۔ ان کی تحریروں میں بلا کی سلاست اور روانی پائی جاتی ہے۔ ان میں جگہ جگہ ایسے ادبی شہ پارے نظر آتے ہیں کہ طبیعت جھوم جھوم اٹھتی ہے۔ اُن کا حسین اندازِ بیاں، زبان کی چستگی و ٹھہراؤ، برمحل شیریں الفاظ کا دروبست، استعارات کی جودت، طرزِ ادا میں نفاست، جذبات میں خلوص، ادائیگیٔ بیان میں بہارت، فکر میں گہرائی، اظہار میں بے ساختگی اور رفعت، خیالوں میں شادابی وطہارت، ان ہی عناصر کے امتزاج سے وہ اپنی تحریروں کے چہرہ کا غازہ تیار کرتے تھے۔ سرعتِ نگارش کا یہ عالم تھا کہ ایک ہی نشست میں پورا رسالہ قلمبند کر لیتے۔ نفسِ موضوع اور بندشِ الفاظ پر ایسی قدرت کہ ایک دفعہ کے لکھے ہوئے جملے کو قلمزد کرنے کی نوبت نہ آتی۔ امام احمد رضاؒ کی تصانیف کا اگر بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو بے شمار ادبی شہ پارے مل جائیں گے جن سے ایک ضخیم کتاب مدوّن ہو سکتی ہے۔ پیشِ نظر کتاب میں امام احمد رضاؒ کی چند کتب سے مختلف موضوع پر چیدہ ادبی شہ پارے پیش کیے جا رہے ہیں تاکہ ناظرین امام احمد رضاؒ کے بیان و زبان اور ان کے ادیبانہ فیوض سے بہرہ ور ہو سکیں۔ یہ ادبی شہ پارے اردو ادب میں قابلِ قدر اضافہ ہی نہیں بلکہ اس کا ایک انمول سرمایہ بھی ہیں۔

(۱)

مولانا احمد رضا خانؒ نے ان لوگوں کے خلاف رسالہ "مقال العرفاء

باغربا، شرع و علماء" (۱۳۲۷ھ) تحریر فرمایا جو شریعت اور طریقت کو علیحدہ تصور کرتے ہیں اور جن کے نزدیک اہلِ طریقت کو شریعت کی حاجت نہیں ہے۔
اس رسالہ میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

(الف)

"شریعت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع، شریعت منبع ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا۔ طریقت کی جدائی شریعت سے محال و دشوار ہے۔ شریعت پر ہی طریقت کا دار و مدار ہے۔ شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط و مدار ہے۔ شریعت ہی محک و معیار ہے۔"

"مقال العرفاء" میں ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

(ب)

"شریعت عمارت ہے۔ اس کا اعتقاد بنیاد اور عمل چنائی۔ پھر اعمالِ ظاہر وہ دیوار ہیں کہ اس بنیاد پر ہوا میں چنے گئے۔ اور جب تعمیر بڑھ کر آسمانوں تک پہنچی وہ طریقت ہے۔ دیوار جتنی اونچی ہوگی نیو کی زیادہ محتاج ہوگی اور نہ صرف نیو بلکہ اعلیٰ حصہ اسفل حصے کا بھی محتاج ہے۔ اگر دیوار نیچے سے خالی کر دی جائے اوپر سے بھی گر پڑے گی۔ احمق وہ جس پر شیطان نے نظر بندی کر کے اس کی چنائی آسمانوں تک دکھائی اور دل میں ڈالا کہ اب ہم تو زمین کے دائرے سے اونچے گزر گئے ہمیں اس سے تعلق کی کیا حاجت ہے؟ نیو سے دیوار جدا کر لی اور نتیجہ وہ ہوا جو قرآنِ عظیم نے فرمایا" فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ"

"مقال العرفاء" میں ایک اور جگہ رقمطراز ہیں

(ج)

"عمرو کا قول کہ شریعت چند احکام، فرض و واجب و حلال و حرام کا نام ہے، محض اندھا پن ہے۔ شریعت تمام احکام، جسم و جان روح و قلب و جملہ علومِ الٰہیہ و معارف نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ٹکڑے کا نام طریقت و معرفت ہے۔ لہٰذا باجماع قطعی جملہ اولیائے کرام تمام حقائق کو شریعتِ مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے، اگر شریعت کے مطابق ہوں حق و مقبول ہیں۔ ورنہ مردود و مخذول۔ تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط و مدار ہے۔ شریعت ہی محک و معیّار ہے۔ شریعت راہ کو کہتے ہیں اور شریعتِ محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیہ کا ترجمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ۔ یہ قطعاً عام و مطلق ہے نہ کہ صرف چند احکامِ جسمانی سے خاص۔ یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر ثبات و استقامت کی دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ ہم کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلا اور ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔"

اسی کتاب میں ایک اور موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:۔

(د)

"عمرو کا قول کہ طریقت نام ہے وصول الی اللہ کا محض جنون و

جہالت ہے۔ ہر دو حرف پڑھا ہوا جانتا ہے کہ طریق، طریقہ، طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے۔ اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادتِ قرآنِ عظیم خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک پہنچائے گی۔ جنت میں نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں لے جائے گی کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآنِ عظیم باطل و مردود فرما چکا۔ لاجرم ضرور ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے۔ اسی راہ کا روشن ٹکڑا ہے۔ اس کا اس سے جدا ہونا محال و ناسزا ہے۔ جو اسے شریعت سے جدا جانتا ہے اسے راہِ خدا سے توڑ کر راہِ ابلیس مانتا ہے۔ مگر حاشا طریقتِ حقہ، راہِ ابلیس نہیں۔ قطعاً راہِ خدا ہے تو یقیناً وہ شریعتِ مطہرہ ہی کا ٹکڑا ہے طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے۔ ورنہ بے اتباعِ شرع بڑے بڑے کشف راہبوں، جوگیوں، سنیاسیوں کو ہوتے ہیں پھر وہ کہاں تک لیجاتے ہیں۔ اسی نارِ جہنم و عذابِ الیم تک پہنچاتے ہیں۔ ۱۲

(دس)

" شریعت کو قطرہ، طریقت کو دریا کہنا اس مجنوں بچے پاگل کا کام ہے جس نے دریا کا پاٹ کسی سے سن لیا اور یہ نہ جانا کہ یہ وسعت اس میں کہاں سے آئی۔ اور نہ ہی اس کے منبع اور خزانے سے واقفیت حاصل کی۔ خزانے میں

وسعت نہ ہوتی تو اس میں کس گھر سے آتی۔ شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا دریا۔ بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعالی ہے۔ منبع سے پانی نکل کر دریا بن کر جن زمینوں پر گزرے انہیں سیراب کرنے میں اسے منبع کی احتیاج نہیں۔ نہ اس سے نفع لینے والوں کو اصل منبع کی اس وقت حاجت۔ مگر شریعت وہ منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر آن اس کی احتیاج ہے۔ منبع سے اس کا تعلق ٹوٹے تو یہی نہیں کہ صرف آئندہ کے لیے مدد موقوف ہو جائے۔ فی الحال جتنا پانی آچکا ہے چند روز تک پینے، نہانے کھیتیاں، باغات سینچنے کا کام دے۔ نہیں نہیں، منبع سے تعلق ٹوٹتے ہی یہ دریا فوراً فنا ہو جائے گا۔ بوند تو بوند نم کا نام نظر نہ آئے گا۔ نہیں نہیں، میں نے غلطی کی، کاش اتنا ہی ہوتا کہ دریا سوکھ گیا۔ پانی معدوم ہوا، باغ سوکھے، کھیت مرجھائے، آدمی پیاسے تڑپ رہے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ یہاں اس مبارک منبع سے تعلق چھوٹتے ہی یہ تمام دریا البحر المسجور ہو کر شعلہ فشاں آگ ہو جاتا ہے جس کے شعلوں سے کہیں پناہ نہیں"

(ص)

"عمرو کا طریقت کو غیر شریعت جان کر حصر کر دینا کہ یہی مقصود ہے۔ انبیاء صرف اسی کے لیے مبعوث ہوئے، صراحۃً شریعتِ مطہرہ کو معاذ اللہ معطل، مہمل، لغو اور باطل کر دینا

ہے۔ اور یہ صرف کفر و ارتداد و زندقہ و الحاد اور موجبِ لعنت والعباد ہے۔ ہاں یہ کہتا تو حق تھا کہ اصل مقصود وصول الی اللہ ہے۔ مگر حیف ہے اس پر جو اپنی جہالتِ شدیدہ سے نہ جانے یا جانے اور عنادِ شریعت کے باعث نہ مانے کہ وصول الی اللہ کا راستہ یہی شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور بس۔ ہم اوپر قرآنِ عظیم سے ثابت کر آئے ہیں کہ شریعت کے سوا اللہ تک راہیں بند ہیں۔ طریقت۔ اگر وہ اپنے زعم میں کسی راہ مخالف شریعت کا نام سمجھا ہے تو حاشا وہ خدا تک پہنچائے بلکہ وہ مسدود اور اس کا چلنے والا مردود اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اس کی تہمت ملعون ومطرود۔ کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو شریعت کے خلاف دوسری راہ کی طرف بلایا ہے۔ حاشا وکلاّ۔"

(۲)

مولانا احمد رضا خاں نے سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یعنی کشتیٔ اُمت کے ناخدا، وہ مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ کے عالم ہیں۔ اور انہیں مصیبت میں پکارنا، مشکل کشا، حاجت روا جاننا درست ہے۔ اس پر ایک رسالہ "انباء المصطفےٰ بحال سرّ واخفی،، (۱۳۲۰ھ) تحریر فرمایا۔ کتاب کے آخری صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

(الف)

"حضرات مخالفین سے یہی گذارش ہے کہ اگر توفیقِ الٰہی مساعدت کرے، یہی حرفِ مختصر ہدایت کرے تو ازیں چہ بہتر۔ ورنہ اگر بوجۂ کوتاہی فہم و غلبۂ وہم و قلت تدرب و شدتِ تعصب اپنی تمام جہالاتِ فاحشہ کی پردہ دری ان مختصر سطور میں نہ دیکھ سکیں۔ تو اسی مہرِ جہانتاب کا انتظار رکھیں جو بعنایتِ الٰہی و اعانتِ رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام ظلمتوں کی صبح کر دے گا۔ ان کا ہر کاسۂ سوال آبِ زلال رد و ابطال سے بھر دے گا۔ کیا فائدہ کہ اس وقت آپ کی خوابِ غفلت کچھ ہذیانات کا رنگ دکھا دے اور وہ جب صبح ہدایت افقِ سعادت سے طالع ہو تو کھل جائے کہ:

ع خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

معہذا طائفۂ ارانب و ثعالب کو یہی مناسب کہ جب شیر ژیاں کو چہل قدمی کرتا دیکھ لیں سامنے سے ٹل جائیں۔ اپنے اپنے سوراخوں میں جان چھپائیں ـــــ نہ یہ کہ اس وقت اس کے خرامِ نرم پر غرہ ہو کر غرّائیں ـــــ اس کی آتشِ غضب بھڑکائیں ـــــ اپنی موت اپنے منہ بلائیں۔

ع نصیحت گوش کن جاناں کہ از جانِ دوستر خواہند
شغالانِ ہزیمت مند خشمِ شیر ہیجا را"

اس کتاب میں ایک اور موقع پر ان نامرادوں کی خبر لیتے ہیں جن کا کام ہی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو گھٹانا ہے۔

(ب)

"افسوس اسی منہ سے مقامِ اعتقادیات بنانا، احادیثِ صحاح بھی نامقبول ٹھہرانا۔ اسی منہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ عظیم گھٹا کر ایسی بے اصل حکایت سے سند لانا اور ملمع کاری کے لیئے شیخ کا نام لکھ جانا جو صراحۃً فرما رہے ہیں کہ اس حکایت کی جڑ نہ بنیاد۔ اب اس کے سوا کیا کہیئے کہ ایسوں کی داد نہ فریاد ـــــ اللہ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقبِ عظیمہ اور بابِ خصائل سے نکلوا کر اس تنگنائے میں داخل کرائیں ـــــ تاکہ صحیحین بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی مردود بنائیں ـــــ اور حضور کی تنقیص شان میں یہ فراخی دکھائیں ـــــ کہ بے اصل بے سند مقولے سب سما جائیں ـــــ ع۔ خال ایمان کا معلوم ہے بس جانے دو؟

(ج)

"افسوس اِن شرک فروش اندھوں کو اتنا نہیں سوجھتا کہ علمِ الہٰی ذاتی ہے اور علمِ خلق عطائی۔ وہ واجب، یہ ممکن، وہ قدیم، یہ حادث، وہ نامخلوق، یہ مخلوق، وہ نامقدور، یہ مقدور، وہ ضروری البقاء، یہ جائز الفنا، وہ ممتنع التغیر، یہ ممکن التبدل، ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمالِ شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنوں کو، بصیرت کے اندھے اس علم ماکان ومایکون بمعنی مذکور ثابت جاننے کو معاذاللہ علمِ الہٰی سے مساوات ٹھان لینا سمجھتے ہیں۔

منکرانِ مریض القلب ،عریض الثلب اسی بناء پر اپنا پیٹ پھاڑے مرے جاتے تھے کہ ہائے ہائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے لیئے روزِ اوّل سے قیامت تک کے تمام ماکان ومایکون کا علم تفصیلی مانا جاتا ہے۔ اب نصیبوں کو سر پر ہاتھ دھر کر روئیں کہ بحمد اللہ تعالٰے وہ جمیع علم ماکان ومایکون علومِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم سمندروں سے ایک نہر بلکہ بے پایاں موجوں سے ایک لہر قرار پاتا ہے۔"

(۳)

• الامن و العلیٰ" ۱۳۱۱ھ مولانا احمد رضا خان کی بہت ہی بلند پایہ تصنیف ہے جس کے حوالے انھوں نے جابجا اپنی کتابوں میں تحریر فرمائے ہیں۔ ذیل کی ایک مختصر تحریر جامع اور دلنشیں ہونے کے ساتھ ساتھ مدلّل بھی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

(الف)

"اللہ اللہ اس حدیثِ صحیح کے پچھلے جملے نے پھر وصلِ اوّل احادیثِ متعلقہ محبوبِ اجمل صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی آتشِ شوق سینے میں بھڑکا دی۔ کتا اپنے پیارے آقا و مہربان مولیٰ کا دروازہ چھوڑ کر کہاں جائے۔ ہر پھر کر دہیں کا رہا چاہے بلکہ واللہ یہ کتا اپنے پیارے کریم مالک کے در سے ہٹا ہی نہیں۔

انبیاء کے دروازے پر جائے تو انہیں کا گھر ہے ____________

اولیاء کے یہاں آئے تو انہیں کا در ہے ________ ملائکہ کی

منزلوں پر گزرے تو انہیں کا نگر ہے
• کوئی اور اُن کے سوا کہاں ⁂ وہ اگر نہیں تو جہاں نہیں "
اسی کتاب میں ایک اور موقع پر مسلمانانِ اہلِ سنّت کو تلقین فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :۔

(ب)

"زید لبقید کے ایسے کلمات کچھ محلِ تعجب نہیں کہ مذہبِ وہابیہ کی تباہی حتی الامکان حضور سیّد الانس والجان علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوٰۃ والسّلام کے ذکرِ شریف کے مٹانے اور محبوبانِ خدا جل وعلا دعلیہم الصلوٰۃ والثناء کی تعظیم قلوبِ مسلمین سے گھٹانے پر ہے۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ۔ مگر تعجب ان مسلمانانِ اہلسنّت سے ہے کہ ایسے ناپاک اقوال پر کان دھریں۔ بہت کان کھانے والے دنیا میں ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ مسلمان صحیح العقیدہ ان کی طرف التفات ہی کیوں کریں۔ ایسوں کا علاج حضور میں خاموشی ـــــــــ اور غیبت میں فراموشی ـــــــــ اور اٹھتے بیٹھتے ہر وقت ہر حال اپنے محبوبِ بے مثال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکرِ پاک کی زیادہ گرم جوشی ـــــــــ کہ مخالف خود ہی اپنی آگ میں جل بجھیں گے ؟"

(۴)

مولانا احمد رضا خان نے " الکوکبۃ الشہابیہ علیٰ کفریاتِ ابی الوہابیہ "

(۱۳۱۲ھ) مولانا مولوی محمد فضل المجید صاحب قادری فاروقی بدایونی کے لیئے تحریر فرمائی۔ مولانا مولوی محمد فضل المجید صاحب نے [redacted] یافت کیا کہ وہابیہ، غیر مقلدین جو تقلید آئمہ اربعہ کو شرک کہتے ہیں۔ جس مسلمان کو مقلد دیکھیں مشرک بتاتے ہیں۔ اس کے جواب میں فاضل بریلویؒ نے ۱۰۷ صفحات پر مشتمل جواب تحریر فرمایا۔ مندرجہ ذیل پیراگراف مذکورہ کتاب سے نقل ہے جو یقیناً ایک ادبی شہ پارہ کہلانے کا مستحق ہے۔

(الف)

"وائے بے انصافی! اگر کوئی تمہارے باپ کو گالی دے اُس کے خون کے پیاسے رہو۔ صورت دیکھنے کے روادار نہ ہو۔ بس پاؤ تو کچا نگل جاؤ ــــــ وہاں نہ تاویلیں نکالو۔ نہ سیدھی بات ہیر پھیر میں ڈالو ــــــ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کی نسبت وہ کچھ سنو اور آنکھ میلی نہ کرو۔ بلکہ اس کی امامت پیشوائی کا دم بھرو، ولی جانو، امام مانو ــــــ جو اُسے بُرا کہے اُلٹی اُس سے دشمنی ٹھانو ــــــ بدلگام کی بات میں سو سو طرح کے پیچ نکالو ــــــ رنگ رنگ کی تاویلیں ڈھالو ــــــ جیسے بنے اُس کی بگڑی سنبھالو ــــــ اس کی حمایت میں عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو پسِ پشت ڈالو۔ یہ کیسا ایمان ہے؟ کیسا اسلام ہے؟ کیا اسلام اسی کا نام ہے؟

(ب)

صفحہ ۲۰، تقویۃ الایمان کی عبارت "جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ

کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں، خواہ آخرت میں سو اُن کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ نبیؐ کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا صفحہ ۲۵ ان باتوں میں سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان صفحہ ۵۷، ۵۸ جو اللہ کی شان ہے۔ اور اُس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اِس میں اللہ کے ساتھ کسی کو ملا دے۔ مثلاً کوئی شخص کہے فلاں درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول جانے۔ کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے۔ رسولؐ کو کیا خبر؟"

اس کے جواب میں مولانا احمد رضا خان قدس سرہٗ نے جو تحریر فرمایا وہ ذیل میں ملاحظہ ہو:-

"سبحان اللہ! وہاں تو پیر جی کے ایک ایک مرید کو زمین و آسمان جنت و دوزخ حتیٰ کہ قبر کے حالات، آئندہ کے واقعات، لوحِ محفوظ و عرشِ اعظم غرض تین تلوک روشن تھے۔ عرش و فرش میں ہر جگہ کے حالات کا جان لینا اپنے اختیار میں تھا۔ خود ان پیر جی کو وہ طریقے معلوم تھے کہ یوں کرو تو یہ سب باتیں روشن ہو جائیں گی۔ مگر معاذ اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انجانی یہاں تک ہے کہ آسمان کے تارے تو درکنار کیا دخل کہ ایک پیڑ کے پتے جان لیں۔ اگر کوئی انہیں کہے کہ وہ کسی درخت کے پتوں کی گنتی جانتے ہیں تو اُس نے انہیں اللہ کی شان میں ملا دیا۔ وہاں تو بندگی کو وہ وسعت تھی یہاں آ کر خدائی اتنی تنگ ہو گئی کہ ایک پیڑ کے پتے جاننے پر رہ گئی

حق فرمایا اللہ عزّوجل نے "اللہ ہی کی قدر نہ کی جیسے چاہیئے تھی"

(۵)

مولانا احمد رضا خانؒ نے تمہید الایمان" (۱۳۲۶ھ) نامی رسالے میں قرآن و احادیث و تصریحاتِ آئمہ دین کی روشنی میں کفر اور اسلام کی حدوں کو متعیّن فرمادیا ہے اور بتادیا ہے کہ جو لوگ سرے سے عقائد کے معاملے میں آزاد خیالی کو رواج دینا چاہتے ہیں وہ حقیقت میں دین کے دشمن ہیں۔ زیرِ نظر تحریر "تمہید الایمان" سے لی گئی ہے۔

(الف)

"حاشا ۔للہ، مسلمانوں کا علاقہ محبّت و عداوت صرف محبّت و عداوتِ خدا و رسولؐ ہے۔ جب تک ان دشنام دہوں سے دشنام صادر نہ ہوئی یا اللہ و رسول کی جناب میں ان کی دشنام نہ دیکھی سنی تھی اُس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا۔ غایت احتیاط سے کام لیا۔ حتیٰ کہ فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح اُن پر کفر لازم تھا۔ مگر احتیاطاً اُن کا ساتھ نہ دیا اور متکلمینِ عظام کا مسلک اختیار کیا۔ جب صاف صریح انکار ضروریاتِ دین و دشنام دہی ربُّ العالمین و سیّد المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اجمعین آنکھ سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمہ دین کی تصریحیں سُن چکے کہ "من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر" جو ایسے کے معذّب و کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے" اپنا اور اپنے دینی بھائیوں، عوامِ اہلسنّت

کا ایمان بچانا ضروری تھا۔ لاجرم حکم کفر دیا۔ اور شائع کیا۔
وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ؏،

اسی "تمہید الایمان" میں ایک اور موقع پر تحریر فرماتے ہیں:۔

(ب)

"ابھی قرآن و حدیث ارشاد فرما چکے ہیں کہ ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعظیم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت تمام جہانوں پر تقدیم۔ تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کیسی ہی دوستی، کیسی ہی محبّت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد جب وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی شانِ اقدس میں گستاخی کریں۔ اصلاً تمہارے قلب میں اُن کی عظمت، اُن کی محبّت کا نام و نشان نہ رہے۔ فوراً اُن سے الگ ہو جاؤ ـــــ دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ اُن کی صورت، اُن کے نام سے نفرت کھاؤ ـــــ پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو۔ نہ اس کی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خاطر میں لاؤ ـــــ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ہی کی غلامی کی بناء پر تھا؟"

(۶)

مولانا احمد رضا خان نے علم وفن کا شاید ہی کوئی شعبہ ایسا ہو جس پر نہ لکھا ہو "تقدیر اور تدبیر" کے موضوع پر آپ کا رسالہ "ثلج الصدر لایمان القدر" (۱۳۲۵ھ) اپنی نظیر آپ ہے۔ اس میں ایک جگہ فرماتے ہیں :۔

(الف)

"اسی تحریر میں کہ فقیر نے پندرہ آیتیں اور پینتیس حدیثیں جملہ پچاس نصوص ذکر کیئے اور صدہا بلکہ ہزارہا کے پتے دیئے یہ کیا تھوڑے ہیں؟ انہیں سے ثابت ہے کہ انکارِ تدبیر کس قدر اعلیٰ درجہ کی حماقت، اخبث الامراض ______ اور قرآن وحدیث سے صریح اعراض ______ اور خدا و رسولؐ پر کھلا اعتراض ______ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔"

(ب)

"تقدیر نے کسی کو مجبور نہیں کیا، یہ سمجھنا محض جھوٹ اور ابلیس لعین کا دھوکہ ہے کہ جیسا لکھ دیا ہمیں ویسا ہی کرنا پڑتا ہے نہیں نہیں بلکہ لوگ جیسا کرنے والے تھے ویسا ہی ہر ایک کی نسبت لکھ دیا ہے۔ لکھنا علم کے مطابق ہوتا ہے اور علم معلوم کے مطابق ہوتا ہے۔ نہ کہ معلوم کو علم کے مطابق ہونا پڑے۔ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد زید زنا کرنے والا تھا

اور عمرو نماز پڑھنے والا۔ مولا عزوجل عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ہے۔ اس نے اپنے علمِ قدیم سے ان کی حالتوں کو جانا اور جو جیسا ہونے والا تھا ویسا لکھ دیا۔ اگر زید اہو کر یہ اس کا عکس کرنے والے ہوتے کہ عمرو زنا کرتا اور زید نماز پڑھتا تو مولا عزوجل ان کی یہی حالتیں جانتا اور یوں لکھتا۔ فرض کیجئے کچھ نہ لکھا جاتا تو اللہ عزوجل ازل میں تمام جہان کے تمام اعمال وافعال احوال واقوال بلاشبہ جانتا تھا۔ اور ممکن نہیں کہ اس کے علم کے خلاف واقع ہو۔ اب کیا کوئی ذرا بھی دین وعقل رکھنے والا یہ کہے گا کہ اللہ نے جانا تھا کہ زید زنا کرے گا۔ لہٰذا چاروناچار زید کو بہ مجبوری زنا کرنا پڑا۔ حاشا۔ ہرگز یہ نہیں۔ زید خود دیکھ رہا ہے کہ اپنی خواہش سے زنا کیا ہے۔ کسی نے ہاتھ پاؤں باندھ کر مجبور نہیں کیا۔ یہی اس کا بخواہشِ خود زنا کرنا عالم الغیب والشہادۃ کو ازل میں معلوم تھا۔ جب اس علم نے اسے مجبور نہ کیا اسے تحریر میں لے آنا کیا مجبور کر سکتا ہے بلکہ اگر مجبور ہو جائے تو معاذ اللہ علم ونوشتہ غلط ہو جائے۔ علم میں تو یہ تھا اور یہی لکھا گیا کہ یہ اپنی خواہش سے ارتکاب زنا کرے گا۔ اگر اس لکھنے سے مجبور ہو جائے تو مجبوراً زنا کیا نہ کہ اپنی خواہش سے تو علم ونوشتہ کے خلاف ہوا۔ اور یہ محال ہے۔"

اس کتاب میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

52790

(ج)

"ہمارا اور ہماری جان و مال کا وہ اکیلا پاک نرالا سچا مالک ہے۔ اس کے کام، اس کے احکام میں کسی کو مجال زدن کیا معنی۔ کیا کوئی اس کا ہمسر یا اس پر افسر ہے جو اس سے کیوں اور کیا کہے۔ مالک علی الاطلاق ہے۔ بے اشتراک ہے۔ جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے گا۔"

(۷)

"جلی الیقین" (۱۳۰۵ھ) مولانا احمد رضا خاںؒ کی ایک نادر روزگار تصنیف ہے۔ پیشِ نظر شہ پارہ اسی میں سے لیا گیا ہے:۔

(الف)

"حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل المرسلین و سید الاولین والآخرین ہونا قطعی ایمانی، یقینی، اذعانی، اجماعی ایقانی مسئلہ ہے جس میں خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ و بددین۔ بندۂ شیطان والعیاذ باللہ رب العالمین۔ کلمہ پڑھ کر اس میں شک عجیب ہے ـــــــ آج نہ کھلا تو کل قریب ہے۔ جس دن تمام مخلوق کو جمع فرمائیں گے ـــــــ سارے مجمع کا دولہا حضورؐ کو بنائیں گے۔ انبیائے جلیل تا حضرت خلیل سب حضورؐ ہی کے نیاز مند ہوں گے ـــــــ موافق و مخالف کی حاجتوں کے ہاتھ انہیں کی جانب بلند ہوں گے۔ انہیں

کی حمد کا ڈنکا ہو گا جو آج بیاں ہے ـــــــ کل عیاں ہے۔

اس دن جو مومن و مقر ہیں، نوید بار عشرتوں سے شادیاں رچائیں گے ـــــــ اور جو مبطل و منکر ہیں دلفگار حسرتوں سے ہاتھ چبائیں گے۔

(۸)

مولانا احمد رضا خاںؒ نے اپنے ایک رسالے "منیر العین" (۱۳۰۱ھ) میں تقویۃ الایمان پر تنقید کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

(الف)

"صحیح بخاری و مسلم نے حدیثِ توبہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں روایت کیا کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی عرض کی" یا رسول اللہ میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اللہ کے رسول کے لیئے صدقہ کر دوں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ یہ حدیثیں حضراتِ صحابیہ کی جان پر آفت ہیں۔ انہیں پر کیا موقوف فقیر غفر اللہ تعالےٰ نے ایسی بہت سی کثیر و عظیم باتوں کا آیات و احادیث سے صاف و صریح ثبوت دیا۔ مثلاً قرآن و حدیث ناطق ہیں، اللہ و رسول نے دولت مند کر دیا، اللہ و رسول نگہبان ہیں، اللہ و رسول بے والیوں کے والی ہیں، اللہ و رسول کی طرف توبہ، اللہ و رسول کی دہائی، اللہ و رسول دینے والے ہیں، اللہ و رسول سے دینے کی توقع، اللہ و رسول نے نعمت

دی، اللہ و رسول نے عزّت بخشی، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم اپنی امّت کے حافظ و نگہبان ہیں، حضور کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں، حضور کے آگے سب گڑگڑا رہے ہیں۔ حضور ساری زمین کے مالک ہیں۔ حضور سب آدمیوں کے مالک ہیں۔ حضور تمام امّتوں کے مالک ہیں۔ ساری دنیا کی مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے۔ مدد کی کنجیاں حضور کے ہاتھ ہیں۔ نفع کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں۔ جنّت کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں۔ دوزخ کی کنجیاں حضور کے ہاتھ ہیں۔ آخرت میں عزّت دینا حضور کے ہاتھ ہے۔ قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ ہے۔ حضور مصیبتیں دور فرماتے ہیں، حضور سختیوں کے ٹالنے والے، ابوبکر صدیق، عمر فاروق حضور کے بندے، حضور کے خادم نے بیٹا دیا۔ حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں۔ حضور کے خادم بلائیں دفع کرتے ہیں۔ حضور کے خادم بلندیٔ مرتبہ دیتے ہیں۔ حضور کے خادم تمام کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔ اولیاء کے سبب بلا دُور ہوتی ہے۔ اولیاء کے سبب رزق ملتا ہے۔ اولیاء کے سبب مدد ملتی ہے۔ اولیاء کے سبب مینہ اترتا ہے۔ اولیاء کے سبب زمین قائم ہے۔ یہ اور ان جیسے اور بیسیوں باتیں صرف قرآن و حدیث سے لکھی ہیں۔ وہابی صاحب شرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں۔ اللہ و رسول کی جناب میں بکیں۔ یا خدا اور رسول سے لڑیں۔ اگر لڑ سکیں۔

(ب)

• عزیزو خدارا! انصاف ذرا شاہ ولی اللہ کے قول الجمیل دیکھو اور اُن کے والد و مشائخ وغیرہم کے اختراعی اعمال تماشا کرو۔ دردِ سر کے لیئے تختہ پر ریتا بچھا دینا۔ کیل سے ابجد ہوز لکھنا، چیچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا، پھونک پھونک کر گرہیں لگانا۔ اسمائے اصحابِ کہف سے استعانت کرنا۔ انہیں آگ، لوٹ، چوری سے امان سمجھنا۔ دیواروں پر اُن کے لکھنے کو آمدِ جن کی بندش جاننا۔ دفعِ جن کو چار کیلیں گوشہائے مکان میں گاڑنا، عقیمہ کے لیئے گلاب و زعفران سے ہرن کی کھال لکھنا۔ یہ کھال اُس کے گلے کا ہار کرنا، اسقاطِ حمل کو کسم کا رنگا گنڈا نکالنا عورت کے قد سے ناپنا۔ گن کر نو (۹) گرہیں لگانا، دردِ زہ کو آیاتِ قرآنی لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا، فرزندِ نرینہ کے لیئے ہرن کی کھال اور وہی گلاب و زعفران کا خیال۔ بچہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لینا، اُن کو ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا، لڑکا نہ ہونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا، دفعِ نظر کو چھُری سے دائرہ کھینچنا، کُنڈل کے اندر چھُری رکھنا، عاین و ساحر کا نام لے کر پکارنا، ناپ کر تین گز ڈورا لینا، اس پر شہت بہت کیا کیا الفاظ غیر معلوم المعنی پڑھنا، قنطاع النجا خدا جانے کون ہے اُس سے ندا کرنا، چور کی پہچان کا عمل نکالنا، یٰسٓ پڑھ کر لوٹا گھمانا،

بخار کو عیسیٰ موسیٰ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسمیں دینا، مصروع
کو تانبے کی تختی پر دو اسم کھدوانا۔ پھر تعین یہ کہ دن بھی
خاص اتوار کا ہو، اُس کی بھی پہلی ہی ساعت میں کار ہو۔۔۔
اُس کے سوا صدہا باتیں۔ ان میں کون سی حدیث صحیح یا حسن
یا ضعیف ہے۔ آئیے قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں۔ اور جب
کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں۔ شاہ صاحب اور اُن کے
والدِ ماجد و فرزندِ ارجمند و اساتذہ و مشائخ معاذ اللہ
بدعتی کیوں نہ قرار پائے۔ یہ سب تو بے سند حلال و
نفائس اعمال مگر اذان میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم کا نامِ پاک سُن کر انگوٹھے چومنا، آنکھوں سے لگانا، اُس
سے روشنیٔ بصارت کی امید رکھنا کہ اکابرِ سلف سے ماثور
علماء وصلحاء کا دستور کتبِ فقہ میں مسطور۔
یہ معاذ اللہ حرام و وبال و موجبِ ضلال تو کیا بات۔ یہاں
نامِ پاک حضور سید المحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم درمیان ہے۔
لہٰذا وہ دلوں کی دبی آگ کو بحیلۂ بدعت شعلہ فشاں ہے۔

ع بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من اندازِ قدرت را مے شناسم

(ج)

۔ بالفرض کچھ نہ سہی۔ تو اقل درجہ اس فعل کو اعمالِ مشائخ سے
ایک عمل سمجھیے کہ بغرضِ روشنائیِ بصر معمول ایسی جگہ ثبوتِ
حدیث کی کیا ضرورت۔ صیغۂ اعمال میں تصرف و استخراجِ

مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔ ہزاروں عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعثِ نفعِ بندگانِ خدا ہوتے ہیں۔ کوئی ذی عقل حدیث سے اُن کی سندِ خاص نہیں مانگتا۔ کتبِ ائمہ و علماء و مشائخ و اساتذہ شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صدہا باتوں سے مالامال ہیں انہیں کیوں نہیں بدعت و ممنوع کہتے ہیں۔"

(ذ)

"جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ اُن میں ایسا نفعِ ذکر ہے۔ اور شرح مطاہر نے ان افعال سے کہیں منع نہ کیا تو اب ہمیں تحقیقِ محدثانہ کیا ضرور ہے؟ اگر حدیث فی نفسہٖ صحیح ہے فبہا ورنہ ہم نے اپنی نیک نیتی کا اچھا پھل پایا۔"

(س)

"حدیث پر عمل کے یہ معنی ہیں کہ یہ حکم اُس سے ماخوذ اور اس کی طرف سے مضاف ہو کہ اگر نہ اُس سے لیجئے، نہ اُس کی طرف اسناد کیجئے تو اس پر عمل کیا ہوا۔ اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ہوئے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت یعنی چہ مثلاً کوئی کہے چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے مگر اس شرط پر کہ نورِ آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ! جب مہر نیمروز خود جلوہ افروز تو چراغ کی کیا حاجت اور اس کی طرف کب اضافت۔ اسے چراغ کی روشنی میں کام کرنا کہیں گے یا نورِ شمس میں۔"

ع آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ میجوید سہا

لاجرم معنیٰ مسئلہ یہی ہے کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور دربارۂ فضائل کافی ووافی۔"

(۹)

رسالہ "اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآلِ والاصحاب" ۱۲۹۸ھ مولانا احمد رضا خان کی نادرِ روزگار تصنیفِ لطیف ہے۔ وہ ایک عاشقِ رسول تھے۔ ایک عاشقِ صادق کہ جنہوں نے ہمیں صحابۂ کرام کے اس عقیدے اور ایمان سے روشناس کرایا جو یہ ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت و محبّت کے بغیر ہم خدا کی بندگی کا حق ادا نہیں کرسکتے اور عشق و عظمت، تعظیم و توقیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اصل ایمان ہے اور ایمان کی جان ہے۔ پیشِ نظر شہ پارہ اسی رسالے سے لیا گیا ہے۔

(الف)

"محمل کیلئے کروڑوں منزل سے کروڑوں منزل خرد خردہ میں دنگ ہے ___ نیا سماں ہے نیا رنگ ہے ___ قرب میں بُعد، بُعد میں قرب، وصل میں ہجر، ہجر میں وصل گوہر شناور دریا مگر صدف نے وہ پردہ ڈال رکھا ہے کہ نم سے آشنا نہیں۔ اے جاہلِ ناداں! علم کو علم والے پر چھوڑ اور اس میدانِ دشوار جولان سے سمندِ بیان کی عنان موڑ ___ زبان بند ہے پر اتنا کہتے ہیں کہ

خلق کے آقا ہیں، خالق کے بندے، عبادت ان کی کفر اور بے ان کی تعظیم کے خبط۔ ایمان اُن کی محبت وعظمت کا نام ـــــــ اور مسلمان وہ ہے جس کا کام ہے نامِ خدا کے ساتھ اُن کے نام پر تمام ـــــــ والسّلام علی خیر الانام ـــــــ والاصحابِ علی الدّوام"

اسی رسالے میں ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

(ب)

"علم وہ وسیع عطا فرمایا کہ علومِ اوّلین وآخرین اس کے بحرِ علوم کی نہریں یا جوششِ فیوض کے چھینٹے قرار پائے۔ ازل سے ابد تک تمام غیب وشہادت پر اطلاع تمام حاصل۔ الاما شاء اللہ بصر ومحیط کہ شش جہت اُس کے حضور جہت۔ مقابل دنیا ان کے سامنے اٹھائی کہ تمام کائنات تا بروزِ قیامت آنِ واحد میں پیشِ نظر۔ سمع والا کے نزدیک پانچ سو برس کی راہ کی صدا جیسے کان پڑی آواز ہے۔ اور قدرت کا تو کیا پوچھنا کہ قدرتِ قدیرِ علی الاطلاق جلّ جلالہ کی نمود و آئینہ ہے۔ علومِ علوی وسفلی میں اُسی کا حکم جاری۔ فرمانروائی کُن کو اس کے زبان کی پاسداری مردہ کو قم کہیں زندہ اور چاند کو اشارہ کریں فوراً دو پارہ ہو۔ جو چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے"

اور اسی رسالے میں یہ شہ پارہ ملاحظہ ہو۔ زبان وبیان کی چاشنی کیسا حُسن پیدا کرتی ہے کہ واہ واہ کا نعرہ بے اختیار نکل جاتا ہے،

(ج)

"ان کے بعد اصحاب سید المرسلین صلی اللہ علیہ علیہم اجمعین ہیں۔
اور انہیں میں حضرت بتول جگر پارۂ رسول خاتونِ جہاں بانوی
جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرہ اور اس دو جہاں کی آقازادی کے
دونوں شاہزادے، عرش کی آنکھ کے تارے، چرخِ سیادت کے
مہ پارے، باغِ تطہیر کے پیارے پھول، دونوں قرۃ العینِ رسول،
امامین، کریمین، سعیدین، شہیدین، تقیین، نقیین، نیرین،
طاہرین، ابو محمد حسن و ابو عبد اللہ حسین ......"

(۱۰)

وصایا شریف مولانا احمد رضا خان ۱۳۴۰ھ جن کو مولانا حسنین رضا
خان صاحب نے جمع کیا۔ وصال سے کچھ عرصہ قبل اپنے پیر و مرشد سیدنا و
مخدومنا مولانا شاہ آلِ رسول صاحب قدس سرہٗ کا عرس جو ذی الحجہ میں
ہوتا ہے، اس دفعہ محرم الحرام میں کیا۔ لوگوں کو مکان میں طلب فرمایا اور
وعظ و نصیحت فرمائی۔

(الف)

"مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنے دن تمہارے پاس ٹھہروں۔ تین
ہی وقت ہوتے ہیں، بچپن، جوانی اور بڑھاپا۔ بچپن گیا، جوانی
گئی، بڑھاپا آیا۔ اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے جس کا
انتظار کیا جائے۔ ایک موت ہی باقی ہے۔"
اس کے بعد دو وصیتیں کیں اور پھر اس طرح فرمایا۔

(ب)

"حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ربُ العزت جل جلالہٗ کے نور ہیں۔ حضور سے صحابہؓ روشن ہوئے، صحابہؓ سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، اُن سے آئمۂ مجتہدین روشن ہوئے۔ اُن سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن رہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول کی سچی محبّت اُن کی تعظیم اور اُن کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور اُن کے دشمنوں سے سچی عداوت۔ جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ ____ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اُس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظّم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ میں ہمیشہ تمہیں یہی بتاتا رہا اور اس وقت بھی یہی عرض کرتا ہوں۔"

(۱۱)

"خالص الاعتقاد" ۱۳۲۸ھ مولانا احمد رضا خان کی ایک عظیم تصنیف ہے۔ جس میں آپ نے فرقہ وہابیہ کی خوب خبر لی ہے۔ مندرجہ ذیل تحریر ملاحظہ فرمائیے:۔

(الف)

"بھلا جس خدا کی توحید ہی رکھنے کے لیئے نبی سے بگاڑی، رسولوں

ہے بگاڑی ـــــــ سب کے علم پر دولتی جھاڑی۔ غضب ہے کہ وہی خدا وہابیہ کو چھوڑ کر رسولؐ کا ہو جائے ـــــــ الٹا وہابیہ پر حکم کفر لگائے۔ سچ ہے اب کسی سے دوستی کا دھرم نہ رہا۔ معلوم نہیں کہ اب مخالفین اپنے ہر گروہوں کا فتویٰ مانتے ہیں یا اللہ واحد قہار کا۔"

(ب)

"اللہ اللہ! مسلمانوں نہ صرف مسلمانوں دنیا بھر کے عاقلوں سے پوچھ دیکھو کہ کبھی کسی بے حیا سی بے حیا، ناپاک سی ناپاک، گھناؤنی سی گھناؤنی، بے باک سی بے باک، پاجی، کمینی، گندی قوم نے اپنے خصم کے مقابل بے دھڑک ایسی حرکات کیں۔ آنکھیں میچ کر، گندا منہ پھاڑ کر اُن پر فخر کیے۔ انہیں سر بازار شائع کیا، اور اُن پر افتخار ہی نہیں بلکہ سنتے ہیں کہ اُن میں کوئی نئی نویلی، حیادار، شرمیلی، بانکی نکیلی، میٹھی رسیلی، اچپل البیلی، چنچل انیلی، اجودھیا باشی آنکھ یہ تان لیتی اور بچی ہے کہ ناچنے ہی کو جو نکلے تو کہاں کا گھونگھٹ، ـــــــ اُس فاحشہ آنکھ نے کوئی نیا غمزہ تراشا اور اُس کا نام شہاب ثاقب رکھا ہے کہ خود اُسی کے شیطان بے حیائی پر شہاب ثاقب ہے۔ اُس میں وہ حیا پریدہ، گیسو بریدہ، افتخار سے استناد، استناد سے اعتماد تک بڑھی ہے۔ کہیں تو اُسی ملعونہ بظلم مسماۃ سیف النقی کا آنچل پکڑ کے سند لائی اور کہیں اُس کا بھی سہارا چھوڑ خود اپنی طرف سے

وہی بے ٹمری گائی۔ وہ تانہ غمزہ یاروں تک پہنچا تو انشاءاللہ العزیز القدیر اُس کی جدا خبرلی جائے گی۔"

(ج)

"مسلمانو! ان حضرات کی عیاریاں، مکاریاں، حیاداریاں ملاحظہ کیں؟ حضرت والا سید صاحب قبلہ دامت برکاتہم کی طرح جس بندہ کو خدا عقل و ایمان و انصاف دے گا وہ ان مکاروں ابلیس شعاروں پر لاحول ہی پڑھ کر اٹھے گا۔ اب بعونہٖ تعالے خالص الاعتقاد مطالعہ کیجیے اور اپنے ایمان و یقین و محبت و غلامی حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو تازگی بخشیے۔"

(۱۲)

مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے مولانا مولوی شاہ محمد ابراہیم قادری، برکاتی، مدراسی، حیدرآبادی کے مراسلے کے جواب میں "الزمزمۃ القمریۃ فی الذب عن الخمریہ" ۱۳۰۶ھ تحریر فرماکر مولوی محمد وکیل احمد صاحب سکندرپوری کے لیئے ارسال کیا تاکہ وہ قصیدۂ غوثیہ کی اردو شرح میں اسکو شامل کریں جو وہ مخالفین کے لیئے تحریر فرمارہے ہیں۔ بعض لوگ قصیدۂ غوثیہ کی عربیت کے پیچھے پڑے ہیں۔ لہٰذا مولانا احمد رضا قدس سرہٗ نے مذکورہ رسالہ لکھ کر مولوی صاحب سکندرپوری کو اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ اس کو اپنی شرح میں شامل کریں تاکہ مخالفین کا منہ بند ہو سکے۔ اس رسالے سے ایک پیرا اہم ناظرین کی دلچسپی کے لیئے پیش کرتے ہیں۔

الحمد للہ! کلام اپنے منتہی کو پہنچا اور ارتیاباتِ مرتاب اپنی سزا کو۔ اب مجھے اتنا ظاہر کرنا اور رہا ہے کہ اوّل تا آخر یہ سارا کلام میں نے اس تسلیم پر مبتنی کیا ہے کہ قصیدۂ مبارکہ میں قوانینِ عربیت سے مخالفات ہیں۔ معترض دیکھے کہ اس تسلیم پر بھی بحمد اللہ سرکارِ قادریت نے ہم پر کیا کچھ لطف فرمایا اور کن کن وجوہِ قاہرہ سے انکارِ منکر کو ہباءً منثورہ کر دکھایا۔ مگر ابھی تو ہمیں حضرتِ معترض کی مزاج پرسی کرنی ہے۔ ذرا مہربانی فرما کر اپنے اعتراضاتِ تفصیلی سے اطلاع دیں اور اُس وقت جوابِ تفصیلی کے مرتبے میں ہم پر ہمارے آقا کا فیضان دیکھیں۔ ہاں ہاں! اصلا نہ شرمائیں

جہاں تک اعتراض خاطر میں آئیں ـــــــــ سب ایک ایک کر کے بیان فرمائیں ـــــــــ کچھ اٹھا رکھنے کی تکلیف ہرگز نہ اٹھائیں ـــــــــ ہم بھی تو جانیں کہ قصیدۂ مبارکہ میں ایسے کیا کچھ اغلاط دیکھ پائے ہیں ـــــــــ جن کی بناء پر یہ شور اٹھائے ہیں ـــــــــ امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ القادر بیان کرتے وقت کھل جائے گا:"

(۱۳)

مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ کی مشہورِ زمانہ تصنیف "المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ" (۱۳۳۹ھ) وصال سے ایک سال قبل کی تحریر ہے جس کو آپؒ نے مولوی حاکم علی صاحب بی۔ اے۔ حنفی نقشبندی، مجددی، پروفیسر

سائنس اسلامیہ کالج لاہور کے ۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ کے مراسلے کے جواب میں تحریر فرمایا۔ اسی رسالے میں آئمہ حنیفہ کا مسلک اور یہ کہ موالات مطلقاً کسی کافر سے جائز نہیں۔ اور یہ کہ وداد و اتحاد جو ہنود سے منایا جاتا ہے اور ان سے یہ استعانت اور انہیں معاہد و حلیف بنانا اور ان کا مساجد میں لے جانا خصوصاً واعظ بنا کر، یہ سب حرام قطعی ہیں۔ استعانت کی وہ تحقیقِ جلیل کہ جس کی نظیر ملنا محال ہے۔ نیز ترکِ تعاون و امدادِ مدارس پر اجمالی کافی بحث ہے۔ اس رسالے میں مولانا احمد رضا خاں قدس سرّہٗ نے اُن مسلمانوں کی خبر لی ہے جنہوں نے گاندھی کو اپنا ہادی و رہبر بنایا اور ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر شعارِ اسلامی سے منہ موڑا۔

ذیل میں اس رسالے میں سے کچھ تراشے پیش کیے جارہے ہیں۔

(الف)

"مگر للہ انصاف! وہ غلامی ادھوری تھی۔ سید احمد خاں نے کسی پادری یا نصرانی کو امورِ دین میں صراحۃً اپنا امام و پیشواء نہ لکھا تھا۔ آیات اور احادیث کی تمام عمر کو چرچ یا صلیب پر نثار کرنا نہ کہا تھا۔ کسی پادری کو مساجد میں مسلمانوں کا واعظ و ہادی نہ بنایا تھا ——— نصرانیت کی رضا کو خدا کی رضا یا کسی پادری کو نبی بالقوہ نہ بنایا تھا ———
اور اب مشرکین کی پوری غلامی ہو رہی ہے۔ اُن کے ساتھ یہ سب کچھ اور اُن سے بہت زائد کیا جارہا ہے۔ یہ کون سا دین ہے؟ نصاریٰ کی ادھوری سے اجتناب اور مشرکین

کی پوری میں غرقاب۔ چلتے پرنالے کے نیچے ٹھہرے مینہ سے بھاگ کر۔"

تحریکِ ترکِ موالات کے زمانے میں گاندھی اور ہندوؤں کا کچھ ایسا سحر مسلمان علماء واکابر پر طاری تھا کہ بیشتر ان کے جال میں اس طرح جکڑے گئے تھے کہ بعض کی عقلوں پر بھی پردہ پڑ گیا تھا "ہندو مسلم بھائی بھائی" کا نعرہ اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر انگریزوں سے ... حاصل کرنے کی تمنا نے اُن کو اندھا کر دیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیے اعلیٰحضرت کیا فرماتے ہیں:

(ب)

"مسجد میں کسی دبے ہوئے ذمی کے ذلّت وخواری کیساتھ آنے کا جواز کا اختلافی مسئلہ نکالیں ـــــــ اور مشرک کو بروجہ استعلا مسجد میں لے جانا اور مسلمانوں کا واعظ و ہادی بنانا، مسندِ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جمانا اُس پر ڈھالیں ـــــــ دبے ہوئے ملتجی بے قابو کافر سے کوئی بالائی خدمت یا نہ بکثرت عاریت لینے کے جواز کا مسئلہ دکھائیں ـــــــ اور اس سے خود سر خودغرض زبردست خونخوار مشرکوں کے دامن پکڑنا، اُن کے سایہ میں پناہ لینا، ان صریح بدخواہوں کی رائے پر اپنے آپ کو سپرد کر دینا منائیں ـــــــ کفار معاہدین یا بعض کے نزدیک قتال سے بالذات عاجزین کے ساتھ کچھ مالی سلوک کی رخصت والی آیت سنائیں ـــــــ اور اسے خونخوار

مشرکین سخت اعدائے اسلام و مسلمین کے ساتھ اتحاد و وداد بلکہ غلامی و انقیاد کی نہ صرف رخصت بلکہ اعظم فرضیت کی دلیل بنائیں ـــــــ اُن سب کا بیان بعونہٖ تعالٰے ابھی آتا ہے آپ انصاف کریں گے کس نے کھینچ تان کی۔ حاشا نہ کھینچ تان بلکہ کمالِ جسارت سے احکامِ الٰہیہ کی کایا پلٹ کر کے قرآن حدیث کی عمر بُت پرستی پر قربان کی۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ؁

(ج)

" تو وہ سب محاربین بالفعل ہیں۔ خواہ ہاتھوں سے ہوں یا زبان سے یا دل سے۔ یہ قربانی گاؤ کا مسئلہ ایسا ہی ہے کون سا ہندو ہے جس کے دل میں اس کا نام سُن کر آگ نہیں لگتی ـــــــ کون سی ہندو زبان ہے جو گئو رکھشا کی مالا نہیں جپتی۔ کون سا شہر ہے جہاں اُس کی سبھا یا اُس کے ارکان یا اُس میں چندہ دینے والے نہیں۔ کیا یہ مقدس بے گناہوں کے خون، یہ پاک مساجد کی شہادتیں، یہ قرآن عظیم کی آئتیں، انہیں ناپاک رکھشاؤں، انہیں مجموعی سفاک سبھاؤں کے نتائج نہیں؟ نہ یہی ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ اب جس شہر، جس قصبے، جس گاؤں میں چاہو آزما دیکھو۔ اپنی مذہبی قربانی کے لیئے گائے پچھاڑو اس وقت یہی تمہاری بائیں پسلی سے نکلے، یہی تمہارے سگے بھائی، یہی تمہارے منہ بولے بزرگ۔ یہی تمہارے آقا۔ یہی تمہارے

پیشواء تمہاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں؟
ان متفرقات کا جمع کرنا بھی جہنم میں ڈالیئے۔ وہ جو آج تمام
ہندوں اور نہ صرف ہندوؤں تم سب ہندو پرستوں کا امامِ
ظاہر و بادشاہِ باطن ہے یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا کہ
مسلمان اگر قربانیٔ گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے
چھڑا دیں گے۔"

(د)

"کیا تم ہی نہیں ہو کہ جب وہ محاربین، قاتلین، ظالمین،
کافرین گرفتار ہوئے، ان پر ثبوتِ اشد جرائم کے
انبار ہوئے، تمہاری چھاتی دھڑکی، تمہاری ماتا پھڑکی
گھبرائے، تلملائے، پٹپٹائے جیسے اکلوتے کی پھانسی سن
کر ماں کو درد آئے فوراً گرما گرم دھواں دھار ریزولیوشن
پاس کیا کہ ہے، ہے یہ ہمارے پیارے ہیں ——
یہ ہماری آنکھ کے تارے ہیں —— انہوں نے
مسلمانوں کو ذبح کیا، جلایا، پھونکا، مسجدیں ڈھائیں، قرآن
پھاڑے۔ یہ ہماری اُن کی خانگی شکر رنجی تھی۔ ہمیں اس کے
متعلق پرواہ نہیں، یہ ہمارے سگے ہیں کوئی سوتیا ڈاہ نہیں،
ماں بیٹی کی لڑائی، دودھ کی ملائی، برتن ایک دوسرے سے
کھڑک ہی جاتا ہے —— ان کے درد سے
ہمیں غش پہ غش آتا ہے، ان کا بال بیکا ہوا اور ہمارا کلیجہ
پھٹا۔ اللہ ان کو معافی دی جائے —— فوراً اُن سے

درگزر کی جائے۔ یہ ہے آیتِ ممتحنہ پر تمہارا عمل، یہ ہے اَلَّذِیْنَ قَاتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ ؕ سے تمہاری جنگ و جدل، یہ ہے واحدِ قہار کو تمہارا پیٹھ دینا، یہ ہے کلامِ جبار سے تمہارا مچٹیا لینا، اُن تمہارے سگوں نے قرآن مجید پھاڑا تم نے اُس کے احکام پاؤں تلے مل ڈالے، انہوں نے مسجدیں ڈھائیں، تم نے رب المسجد کے ارشاد دولتیوں سے کچل ڈالے۔ قرآن چھوڑا، ایمان چھوڑا، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑا، اور اُن کے دشمنوں، اُن کے اعداد سے رشتہ جوڑا ۔"

(س)

"واقو نہم ھواہ کریہ لاینھکم نے کچھ نیک برتاؤ مالی مواسات ہی کی تو رخصت دی یا یہ فرمایا کہ انہیں اپنا انصار بناؤ۔ اُن کے گھر سے یارِ غار ہو جاؤ۔ اُن کے طاغوت کو اپنے دین کا امام ٹھہراؤ ______ اُن کی جے پکارو، اُن کی حمد کے نعرے مارو، انہیں مساجدِ مسلمین میں باادب، بتعظیم پہنچا کر مسندِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر لے جا کر مسلمانوں سے اونچا اٹھا کر واعظ و ہادیٔ مسلمین بناؤ، اُن کے مردار جیفہ اٹھاؤ، کندھے پر ٹکٹی، زبان پر جئے یوں مرگھٹ پہنچاؤ، مساجد کو اُن کا ماتم گاہ بناؤ، اُن کے لیے دعائے مغفرت و نمازِ جنازہ کا اعلان کراؤ، اُن کی موت پہ بازار بند کرو، سوگ مناؤ، اُن سے اپنے ماتھے پر قشقے لگواؤ۔ اُن کی خوشی کو شعارِ اسلام بند کراؤ۔ گائے کا

گوشت کھانا گناہ ٹھہراؤ، کھانے والوں کو کمینہ بتاؤ۔ اِسے
مثلِ سوئر کے گناؤ، خدا کی قسم کی جگہ رام دہائی گاؤ۔ واحدِ قہار
کے اسماء میں الحاد رچاؤ، اُسے معاذاللہ رام یعنی ہر چیز میں
رما ہوا، ہر شے میں حلول کیئے ہوئے ٹھہراؤ، قرآن مجید کو
رامائن کے ساتھ ڈولے میں رکھ کر مندر میں لے جاؤ،
دونوں کی پوجا کراؤ، ان کے سرغنہ کو خدا نے اُن کو تمہارے
پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے، یوں معنیٔ نبوت جماؤ۔"

واقعی بندگی بے چارگی جب ہندوؤں کی غلامی ٹھہری پھر کہاں کی عزت اور کہاں کی خودداری۔ وہ تمہیں ملیچھ جانیں، بھنگی مانیں، تمہارا پاک ہاتھ جس چیز کو لگ جائے گندی ہو جائے، سودا بیچیں تو دور سے ہاتھ میں ڈال دیں، پیسے لیں تو دور سے یا پنکھا وغیرہ پیش کر کے اس پر رکھوالیں، حالانکہ بحکمِ قرآن خود ہی نجس ہیں اور تم اِن نجسوں کو مقدس بیت اللہ میں لے جاؤ جو تمہارے ماتھا رکھنے کی جگہ ہے وہاں اُن کے گندے پاؤں رکھواؤ مگر تم کو اسلامی حس ہی نہ رہا محبتِ مشرکین نے اندھا بہرا کر دیا۔

(ص)

"مسلمانو! تم نے دیکھا یہ حالت ہے اُن لیڈر بننے والوں
کے دین کی۔ کیسا کیسا شریعت کو بدلتے، مسلتے، پاؤں کے
نیچے کچلتے اور خیرخواہِ اسلام بن کر مسلمانوں کو چھلتے ہیں۔
موالاتِ مشرکین۔ ایک ______ معاہدۂ مشرکین
دو ______ استعانتِ مشرکین۔ تین ______

مسجد میں اٹھانے مشرکین ۔ چار ـــــــــ ان سب سے
بلا مبالغہ یقیناً قطعاً لیڈروں نے خنزیر کو دُنبے کی کھال پہنا
کر حلال کیا ہے ـــــــــ دینِ الٰہی کو دیدہ و دانستہ
پامال کیا ہے ۔ اور پھر لیڈر ہیں ، ریفارمر ہیں مسلمانوں کے
بڑے راہبر ہیں ۔ جو اُن کی ہاں میں ہاں نہ ملائے مسلمان ہی
نہیں ۔ یعنی جب تک اسلام کو کند چھری سے ذبح نہ کرے
ایمان ہی نہیں "

(۱۴)

مولانا احمد رضا خان قدس سرہٗ نے رسالہ " نابع النور علی سوال اجبلپور "
۱۳۳۹ھ میں تحریر فرمایا ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مغربی تعلیم کے ساتھ ساتھ
مغربی تہذیب کو بھی لوگ گلے لگا رہے تھے ۔ مولانا احمد رضا خاںؒ مغربی تعلیم
اور علومِ عقلیہ کے خلاف نہ تھے بلکہ انہوں نے اپنے ایک فتوے میں سائنسی
اور تکنیکی نیز مختلف علومِ جدیدہ حاصل کرنے کے سلسلے میں بڑا مثبت
پہلو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان کے سیکھنے پر زور دیا ہے ۔ لیکن وہ ایسی
تعلیم کے سخت مخالف تھے جس سے دین پر ضرب پڑتی ہو اور مسلمان
اسلام اور اسلامی شعار ہی سے متنفر ہو جائیں ۔ انہوں نے ایسی مغربی تعلیم
اور علومِ جدیدہ کے سیکھنے پر کڑی تنقید کی ہے جس سے مسلمانوں کی
انفرادیت اور اُن کا قومی و ملّی تشخص ختم ہو ۔ اس رسالے میں سے ایک
تراشہ قارئین کے لیئے یہاں پیش کیا جاتا ہے ۔ مولانا احمد رضا خاںؒ
فرماتے ہیں :۔

(الف)

"مسلمان کہلانے والو! لِلّٰہ اپنا ایمان سنبھالو، واحدِ قہار کے قہر سے ڈرو۔ حُبّ لِلّٰہ و بُغض لِلّٰہ کے سامان درست کرو۔ نیچری تہذیب اور ساختہ تادیب کے خوابِ غفلت سے جاگو۔ جس سے کلمۂ تکذیب و توہینِ خدا و رسول سنو تمہارا کیسا ہی معظم، یا پیارا ہو، دور کرو، دور بھاگو، خدا کے دشمن کو دشمن مانو۔ اس سے تعلق آگ جانو ورنہ عنقریب دیکھ لوگے کہ تمہارے قلوب مسخ ہو گئے ـــــــ تمہارے ایمان نسخ ہو گئے ـــــــ تمہارے نکاح فسخ ہو گئے"۔ ـــــــ

(۱۵)

مولانا احمد رضا خاں قدس سرّہٗ کی پوری زندگی عشق و اتباعِ رسولؐ میں گزری۔ وہ ایک سچے عاشقِ رسولؐ تھے جس کی جھلک اُن کی تحریروں میں جا بجا نظر آتی ہے۔ رسالہ "قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام" کا یہ تراشہ ملاحظہ ہو جس کا ایک ایک حرف حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوبا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ تراشے کے آخر میں آپؒ نے اُن لوگوں کی سختی سے مذمت کی ہے جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹانے کی فکر میں دُبلے ہوئے جاتے ہیں:۔

(الف)

"اور محبوب بھی کیسا جانِ ایمان و کانِ احسان۔ جس کے جمالِ جہاں آرا کا نظیر کہیں نہ ملے گا اور خامہ قدرت نے اس

کی تصویر بنا کر ہاتھ کھینچ لیا کہ پھر کبھی ایسا نہ لکھے گا۔ کیسا محبوب جسے اُس کے مالک نے تمام جہانوں کے لیئے رحمت بھیجا۔ کیسا محبوب جس نے اپنے تن پر ایک عالم کا بار اٹھالیا۔ کیسا محبوب جس نے تمہارے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کر دیا۔ تم رات دن اُس کی نافرمانیوں میں منہمک اور لہو ولعب میں مشغول ہوا اور وہ تمہاری بخشش کے لیئے شب وروز گریاں وملول۔ شب کہ اللہ تعالے نے آسائش کے لیئے بنائی۔ اپنے تسکین بخشش پردے چھوڑے ہوئے پچھلیں موقوف میں صبح قریب ہے۔ ٹھنڈی نسیموں کا پنکھا ہو رہا ہے، ہر ایک کا جی اُس وقت آرام کی طرف جھکتا ہے۔ بادشاہ اپنے گرم بستروں۔ نرم تکیوں میں مست خوابِ ناز ہے اور جو محتاجِ بے نوا ہے اُس کے بھی پاؤں دو گز کی کملی میں دراز۔ ایسے سہانے وقت ٹھنڈے زمانہ میں وہ معصوم، بے گناہ، پاک دامان، عصمت پناہ اپنی راحت وآسائش چھوڑ، خواب اور آرام سے منہ موڑ، جبینِ نیاز آستانۂ عزت پر رکھے ہے کہ الٰہی میری امت سیاہ کار ہے درگذر فرما اور اُن کے تمام جسموں کو آتشِ دوزخ سے بچا

———— جب وہ جانِ راحت، کانِ رافت پیدا ہوا بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کیا اور رَبِّ ھَبْ لِیْ اُمَّتِیْ فرمایا

———— جب قبر شریف میں اتارا لبِ جاں بخشش کو جنبش دی بعض صحابہؓ نے کان لگا کر سُنا آہستہ آہستہ اُمتی فرماتے تھے۔ قیامت کے روز کہ عجب سختی کا دن ہے،

تانبے کی زمین، ننگے پاؤں، زبانیں پیاس سے باہر، آفتاب سروں پر، سائے کا پتہ نہیں، حساب کا دغدغہ، مِلک قہار کا سامنا، عالم اپنی فکر میں گرفتار ہو گا، مجرمانِ بے یار دامِ آفت کے گرفتار جدھر جائیں گے سوا نفسی نفسی اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ کچھ جواب نہ پائیں گے۔ اُس وقت یہی محبوب غمگسار کام آئے گا

قفلِ شفاعت اُس کے بازو سے کھُل جائے گا

امامہ سرِ اقدس سے اتاریں گے اور سربسجود ہو کر اُمتی فرمائیں گے۔ وائے بے انصافی! ایسے غمخوار پیارے کے نام پر جان نثار کرنا اور اُس کی مدح و ستائش و نشر و فضائل سے اپنے آنکھوں کو روشن اور دل کو ٹھنڈک دینا واجب یا یہ کہ حتی الوسع چاند پر خاک ڈالے اور اس روشن خوبیوں میں انکار کی شاخیں نکالے۔"

(ب)

"جانِ برادر! اپنے ایمان پر رحم کر۔ خدائے قہار جبار جل جلالہٗ سے لڑائی نہ باندھ۔ وہ تیرے اور تمام جہان کی پیدائش سے پہلے ازل میں لکھ چکا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ یعنی ارشاد ہوتا ہے اے محبوب ہمارے ہم نے تمہارے لیئے تمہارا ذکر بلند کیا کہ جہاں ہماری یاد ہو گی تمہارا بھی چرچا ہو گا اور ایمان بے تمہاری یاد کے ہرگز پورا نہ ہو گا۔ آسمانوں کے طبقے اور زمینوں کے پردے تمہارے نامِ نامی سے گونجیں گے۔ مؤذن اذانوں اور خطیب خطبوں اور ذاکرین اپنی مجالس میں اور واعظین اپنے منابر پر، ہمارے ذکر

کے ساتھ تمہاری یاد کریں گے۔ اشجار و احجار، آہو و سوسمار و دیگر جاندار و اطفال شیرخوار دمعبودانِ کفار جس طرح ہماری توحید بتائیں گے ویسا ہی بہ زبانِ فصیح و بیانِ صحیح تمہارا منشورِ رسالت پڑھ کر سنائیں گے۔ چار اکنافِ عالم میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا غلغلہ ہوگا۔ جز اشقیائے ازل ہر ذرہ کلمۂ شہادت پڑھتا ہوگا۔ سبحان ملاء اعلےٰ کو ادھر اپنی تسبیح و تقدیس میں مصروف کروں گا ادھر تمہارے محمود درودِ مسعود کا حکم دوں گا۔ عرش و کرسی ہفت آسمان اوراقِ سدرۃ، قصورِ جناں جہاں اللہ لکھوں گا محمد الرسول اللہ بھی تحریر فرماؤں گا اپنے پیغمبروں اور اولوالعزم رسولوں کو اشارہ کروں گا کہ ہر وقت تمہارا دم بھریں اور تمہاری یاد سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور جگر کو ٹھنڈک اور قلب کو تسکین اور بزم کو تزئین دیں۔ جو کتاب نازل کروں گا اس میں تمہاری مدح و ستائش اور جمالِ صورت و کمالِ سیرت ایسی تشریح و توضیح سے بیان کروں گا کہ سننے والوں کے دل بے اختیار تمہاری طرف جھک جائیں اور نادیدہ تمہارے عشق کی شمع ان کے کانوں، سینوں میں بھڑک اٹھے گی۔ ایک عالم آکر تمہارا دشمن ہو کر تمہاری تنقیصِ شان اور محوِ فضائل میں مشغول ہو تو میں قادرِ مطلق ہوں، میرے ساتھ کسی کا کیا بس چلے گا۔ آخر اسی وعدے کا اثر تھا کہ یہود صدہا برس سے اپنی کتابوں سے ان کا ذکر نکالتے اور چاند پر خاک ڈالتے ہیں تو اہلِ ایمان اس

بلند آواز سے اُن کی نعت سُناتے ہیں کہ سامع اگر انصاف کرے بے ساختہ کلمۂ شہادت پکار اٹھے۔ لاکھوں بے دینوں نے اُن کے محوِ فضائل پر کمر باندھی مگر مٹنے والے خود مٹ گئے اور خوبی ان کی روز بروز ترقی پر رہی۔"

(ج)

"ہمارا اُن کا معاملہ واحد ہے، جو اُن کا غلام ہے وہ ہمارا قائد ہے۔ اُن کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل حبط ہو جاتے ہیں۔ انہیں نام لے کر پکارنے والے سخت سزائیں پاتے ہیں۔ اپنے جان و دل کا انہیں مالک جانو، حضور زندہ بدست مُردہ ہو جاؤ۔ ہمارا ذکر اُن کی یاد کے ساتھ ہے۔ اُن کا ہاتھ بعینہٖ ہمارا ہاتھ ہے۔ اُن کی رحمت ہماری مہر، اُن کا غضب ہمارا قہر۔ جس قدر ملازمت زیادہ ہوتی، حضور کی عظمت و محبت ترقی پاتی۔"

(۱۶)

کتاب "احسن الوعا لاداب الدّعا" مولانا نقی علی خانؒ والدِ ماجد مولانا احمد رضا خانؒ قدس سرّہٗ کی تصنیفِ لطیف ہے۔ اس تصنیف میں مولانا احمد رضا خانؒ نے بنام "ذیل المدّعا لاحسن الوعا" میں ایک جگہ اپنے زرین خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ مندرجہ ذیل تراشے میں "تدبیر منافیٔ توکل نہیں" پر بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

(الف)

"ہاں پس ثابت ہوا کہ تدبیر ہر گز منافیٔ توکل نہیں بلکہ صلاحِ نیت کے ساتھ عین توکل ہے۔ ہاں بے شک ممنوع و مذموم ہے کہ آدمی ہمہ تن تدبیر میں منہمک ہو جائے اور اس کی درستی میں جا و بے جا۔ نیک و بد۔ حلال و حرام کا خیال نہ رکھے۔ یہ بات بے شک اسی سے صادر ہو گی۔ جو تقدیر کو بھول کر تدبیر پر اعتماد کر بیٹھا۔ شیطان اُسے ابھارتا ہے کہ اگر یہ بن پڑی تو جب تو کار بر آری ہے ورنہ مایوسی و ناکامی۔ ناچار سب این و آں سے غافل ہو کر اس کی تحصیل میں لہو پانی ایک کر دیتا ہے اور ذلت و خواری، خوشامد و چاپلوسی، مکر و دغابازی جس طرح بن پڑے اُس کی راہ لیتا ہے۔ حالانکہ اِس حرص سے کچھ نہ ہو گا۔ ہونا وہی ہے جو قسمت میں لکھا ہے۔ اگر یہ علوِ ہمت و صدق، نیت و پاس، عزت و لحاظِ شریعت ہاتھ سے نہ دیتا، رزق اللہ عزوجل نے اپنے ذمہ لیا جب بھی پہنچتا۔ اُس کی طمع نے آپ اُس کے پاؤں میں تیشہ مارا اور حرص و گناہ کی شامت نے خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ کا مصداق بنایا اور بالفرض آبرو کھو کر گنہگار ہو کر دو پیسے پائے بھی تو ایسے مال پر ہزار تف۔"

(ب)

"وعظ کا پیشہ کہ آج کل نہ کم علم بلکہ نِرے جاہلوں نے کچھ

الٹی سیدھی اردو دیکھ بھال کر حافظہ کی قوت ــــــــ دماغ کی طاقت ــــــــ زبان کی طلاقت کو شکارِ مردم کا جال بنایا ہے۔ عقائد سے غافل، مسائل سے جاہل اور وعظ گوئی کے لیئے آندھی۔ ہر جامع، ہر مجمع، ہر میلہ میں غلط حدیثیں، جھوٹی روایتیں، اُلٹے مسئلے بیان کرنے کو کھڑے ہو جائیں گے اور طرح طرح کے حیلوں سے جو مل سکا کمائیں گے۔"

(ج)

"سکانِ دنیا کے امیدواروں کو دیکھا جاتا ہے کہ تین تین برس تک امیدواری میں گذر جاتے ہیں صبح و شام اُن کے دروازوں پر دوڑتے ہیں اور وہ ہیں کہ رُخ نہیں ملاتے، بار نہیں دیتے جھڑکتے، دل تنگ ہوتے، ناک بھنوؤں چڑھاتے ہیں۔۔۔ امیدداری میں لگایا تو بیگار ڈالی یہ حضرت گرہ سے کھاتے، گھر سے منگاتے، بیکار بیگار کی بلا اُٹھاتے ہیں اور وہاں برسیں گزریں ہنوز روزِ اوّل ہے مگر یہ نہ امید توڑیں ــــــ نہ پیچھا چھوڑیں۔ اور احکم الحاکمین، اکرم الاکرمین عز جلالہٗ کے دروازے پر اوّل تو آتا ہی کون ہے۔ اور آئے بھی تو اکتائے گھبرائے، کل کا ہوتا آج ہو جائے۔ ایک ہفتہ کچھ پڑھتے گزرا اور شکایت ہونے لگی، صاحب پڑھا تو تھا کچھ اثر نہ ہوا۔ یہ احمق اپنے لیئے اجابت کا دروازہ خود بند کر لیتے ہیں اور پھر بعض تو اس پر ایسے جامے سے باہر ہو جاتے ہیں کہ اعمال و

ادعیّہ کے اثر سے بے اعتقاد بلکہ اللہ عزّوجل کے وعدہ و کرم سے ایسے بے اعتماد والعیاذ باالله الکریم الجوّاد؛ ایسوں سے کہا جائے کہ اے بے حیا، بے شرمو! ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈالو، اگر کوئی تمہارا برابر والا دوست تم سے ہزار بار کچھ کام اپنے کہے اور تم اُس کا ایک کام نہ کرو تو اپنا کام اُس سے کہتے ہوئے اوّل تو آپ لجاؤ گے کہ ہم نے تو اس کا کہنا کیا ہی نہیں اب کس منہ سے اُس سے کام کو کہیں اور اگر غرض دیوانی ہوتی ہے کہہ بھی دیا اور اُس نے نہ کیا تو اصلاً محلِ شکایت نہ جانو گے کہ ہم نے کب کیا تھا جو وہ کرتا۔ اب جانچو کہ تم مالک علی الاطلاق عزّ جلالہٗ کے کتنے احکام بجا لاتے ہو؛ اُس کا حکم بجا نہ لانا اور اپنی درخواست کا خواہی نخواہی قبول چاہنا کیسی بے حیائی ہے؟۔"

"او احمق! پھر فرق دیکھ، اپنے سر سے پاؤں تک نظرِ غور کر۔ ایک ایک روئیں میں ہر وقت ہر آن کتنی کتنی ہزار در ہزار بے شمار نعمتیں ہیں۔ تو سوتا ہے اور اُس کے معصوم بندے تیری حفاظت کو پہرہ دے رہے ہیں۔ تو گناہ کر رہا ہے اور سر سے پاؤں تک صحت، عافیت، بلاؤں سے محافظت، کھانے کا ہضم، فضلات کا رفع، خون کی روانی، اعضاء میں طاقت، آنکھوں میں روشنی، بے حساب کرم بے مانگے بے چاہے تجھ پر اتر رہے ہیں۔ پھر اگر تیری بعض خواہشیں عطا نہ ہوں کس منہ سے شکایت کرتا ہے؟ تو کیا جانے

کہ تیرے لیئے بھلائی کسکا ہے میں ہے ؟ تو کیا جانے کہ کیسی سخت بلا آنے والی تھی کہ اُس دعا نے (جس کے بارے میں تیرا گمان ہے کہ قبول نہ ہوئی) دفع کی۔ تو کیا جانے کہ اس دعا کے عوض کیا ثواب تیرے لیئے ذخیرہ ہو رہا ہے ؟ اُس کا وعدہ سچا ہے۔ اور قبول کی یہ تینوں صورتیں ہیں جن میں ہر پہلی پچھلی سے اعلیٰ ہے۔ ہاں بے اعتقادی آئی تو یقین جان کہ مارا گیا اور ابلیس لعین نے تجھے اپنا سا کر لیا۔"

(۱۷)

مولانا احمد رضا خاںؒ قدس سرّہٗ نے رسالہ "صفائح اللجین" ۱۳۰۶ھ میں تحریر فرمایا جس میں احادیث سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا اثبات پیش کیا۔ اس رسالے سے ایک تراشہ ہدیۂ قارئین ہے :

(الف)

"یہاں مقصود اسقدر کہ مدّعی آنکھیں کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمالِ علم و احاطۂ نظر کا دعویٰ ہے۔ کیا ان ائمہ سے غفلت ہوئی اور تم معصوم ہو ؟ کیا نہیں ممکن کہ حدیث انہی کتابوں میں ہو اور تمہاری نظر سے غائب رہے۔ مانا کہ ان کتابوں میں نہیں۔ پھر کیا سب کتابیں تمہارے پاس ہیں ؟ ممکن ہے کہ اُن کتابوں میں ہو جو اور بندگانِ خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں۔ مانا کہ ان میں بھی نہیں۔ پھر کیا اسی قدر کتابیں تصنیف ہوئی تھیں ؟ ممکن ہے کہ اُن کتابوں

میں ہو جو معدوم ہو گئیں۔ مانا کہ ان میں بھی نہیں۔ پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہو گئی تھیں ؟ ممکن ہے کہ اُن احادیث میں ہو جو علماء اپنے سینوں میں لے گئے۔ پھر ہلدی کی گرہ پر پنساری بننا کس نے مانا ؟ اپنے نہ پانے کو نہ ہونے کی دلیل سمجھنا اور عدم علم کو علم بالعدم ٹھہرالینا کیسی سخت سفاہت ہے۔ خاص نظیر اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص ایک چیز کو اپنی کوٹھڑی کی چار دیواری میں ڈھونڈ کر بیٹھ رہے اور کہہ دے کہ ہم تلاش کر چکے تمام جہان میں کہیں نشان نہیں۔ کیا اس بات پر عقلا اسے مجنوں نہ جانیں گے ؟"

صفائح اللجین ہی میں ایک جگہ اپنے معاصر محدثین کو کھلا چیلنج دیتے ہیں۔ پیشِ نظر تراشے سے زبان و بیان کی شگفتگی اور روانی ملاحظہ ہو:

(ب)

"اگر یوں نہ مانیئے اور اپنی وسعتِ نظر و احاطۂ علم کا دعویٰ ہی کیجیئے تو حضرات بے امتحان نہیں سہی۔ اپنے میں جس صاحب کو بڑا محدث جانیئے، متعین کیجیے۔ ہم دس سوال کرتے ہیں کہ اُن کی نسبت جو حکم احادیث میں ہو، ارشاد فرمائیں۔ پھر دیکھیئے ان شاء اللہ تعالےٰ کیسے غوطے کھاتے ہیں۔ اللہ عزوجل چاہے تو اکثر حکم نہ نکال سکیں گے۔ اور رب تبارک و تعالےٰ کو منظور ہے تو انہیں کتابوں میں اُن کی احادیث نکل آئیں گی۔ اُس وقت معلوم ہو گا کہ دعویٰ اجتہاد کرنے

والے کتنے پانی میں ہیں۔ وائے بے انصافی؛ ان بیا قوتوں پر آئمۂ مجتہدین سے ہمسری کا دعویٰ ہیہات ـــــ ہیہات چھوٹا منہ بڑی بات آدمی کو کتنی بھاتی ہے۔ مگر امتحان دیتے وقت مزہ آتا ہے۔ ہاں ہاں، یہ بات میں نے اس لیئے نہیں کہی کہ سینئے اور اڑا جائیے۔ نہیں نہیں: ضرور اپنے کسی اعلیٰ محدث کا نام رکھیئے اور ہم جو سوالات کریں اُن کا جواب اُن سے بذریعہ احادیث لکھوائیے۔ ہم بھی تو دیکھیں کس برتے پر تتا پانی؟"

(۱۸)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ نے رسالہ "اقامۃ القیامۃ" ۱۲۹۹ھ میں تحریر فرمایا۔ اس رسالے میں آپ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم پر کھڑے ہوکر صلوٰۃ و سلام پڑھنا اور ادب و احترام کو ملحوظِ خاطر رکھنے کا دلائلِ قاہرہ سے ثبوت دیا۔ اس رسالے سے ایک تراشہ پیشِ خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ مولانا موصوف کس عمدہ پیرائے میں ان لوگوں کا رد فرما رہے ہیں جو ہر نیک کام کرنے کو شرک و بدعت ٹھہراتے ہیں:۔

(الف)

"جس مسلمان نے کسی نئے طریقہ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ادب کیا اس ایجاد کو علماء نے اس کے مواخ میں شمار کیا نہ یہ کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ ٹھہرایا۔ یہ بلا انہیں مدعیانِ دینِ وادب میں پھیلی کہ ہر بات پر پوچھتے ہیں کہ

فلاں نے کب کیں ؟ فلاں نے کب کیں ، حالانکہ خود ہزاروں باتیں کرتے ہیں جو نہ فلاں نے کیں نہ فلاں نے کیں ۔ مگر یہ بھی طرق تعظیم نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم کو گھٹانے مٹانے کے لیئے ایک حیلہ نکال کر زبان سے کہتے جائیں :۔

ع ۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور بلطائفِ حیل جہاں تک بن پڑے امورِ محبت و تعظیم میں کلام کرتے جائیں ۔ آخران کا امام اکبر "تقویۃ الایمان" میں تصریح کرچکا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ایسے کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہو بلکہ اس میں سے کمی کرو ۔ یہ ایمان ہے ، یہ دین اور یہ دعویٰ ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ؟

اسی رسالے میں ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں ۔

(ب)

"ہم نے مانا کہ جو کچھ قرونِ ثلثہ میں نہ تھا سب منع ہے ۔ اب ذرا حضراتِ مانعین اپنی خبر لیں ۔ یہ مدرسے جاری کرنا ، اور لوگوں سے ماہوار چندہ لینا اور طلبہ کے لیئے مطبع نولکشور سے فیصدی دس روپیہ کمیشن لے کر کتابیں منگانا اور تخصیص روزِ جمعہ بعد از نمازِ جمعہ وعظ کا التزام کرنا ، جہاں وعظ کہنے جائیں نذرانہ لینا ، دعوتیں اڑانا ، مناظروں کے لیئے پینچ اور جلسے مقرر کرنا ، مخالفین کے

ردیں کتابیں لکھوانا، چھپوانا، واعظوں کا شہر بشہر گشت کرنا، صحاح کے دو دو ورق پڑھ کر محدثی کی سند لینا اور ان کے سوا ہزاروں باتیں کہ سب اکابر و اصاغر طائفہ میں بلانکیر رائج ہیں قرونِ ثلثہ میں کب تھیں؟ اور ان پیشوایانِ فرقۂ جدیدہ کا تو ذکر ہی کیا جو دو دو روپے نذرانہ لے کر مسئلوں پر مہر کریں۔ مدعی مدعا علیہ دونوں کے ہاتھ میں حضرت کا فتویٰ۔ حج کو جائیں تو حمایت کے لیئے کمشنر دہلی و کمشنر بمبئی کی چھٹیاں ضرور ہوں۔ شاید یہ باتیں قرونِ ثلثہ میں تھیں یا تمہارے لیئے پروانۂ معافی آگیا ہے کہ جو چاہو کرو تم پر کچھ مواخذہ نہیں۔ یا یہ نکتہ چینیاں انہیں باتوں میں ہیں جنہیں تعظیم و محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے واسطہ ہو باقی سب حلال و شیرِ مادر۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔،

(ج)

"اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس چیز کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت اور اس کی برائی پر دلیلِ شرعی ناطق وہی تو ممنوع و مذموم ہے۔ باقی سب چیزیں جائز و مباح رہیں گی۔ خاص ان کا ذکر جواز قرآن و حدیث میں منصوص ہو یا اُن کا کچھ ذکر نہ آیا ہو تو جو شخص جس فعل کو ناجائز یا حرام یا مکروہ کہے اُس پر واجب کہ اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرے اور جائز و مباح کہنے والوں کو ہرگز دلیل کی حاجت نہیں کہ ممانعت پر کوئی دلیلِ شرعی نہ ہونا یہی جواز کی دلیل کافی ہے۔

جب بفضلِ اللہ تعالیٰ اُن کے زورِ بازو نے دینِ الٰہی کی بنیادیں مستحکم کر دی اور مشارق و مغارب میں ملّتِ حنیفہ کی [illegible] اُس وقت آئمہ و علمائے مابعد نے تحت و بحث [illegible] جمانے والوں کی [illegible] کر کے [illegible] بیانِ [illegible] سے [illegible] پر کیہ کر کے اہم فالاہم کاموں [illegible] مشغول ہوئے۔ اب تو بے خلش صرصر و اندیشۂ سموم اور [illegible] ہونے لگیں۔ فکرِ صائب نے زمینِ تدقیق میں نہریں کھود دیں، ذہنِ رواں نے زلالِ تحقیق کی ندیاں بہائیں۔ علماء و اولیاء کی آنکھیں ان پاک مبارک نونہالوں کے لیئے متقاضی بنیں خواہانِ دین و ملت کی نسیم انفاس معطر کرنے عطر بازیاں فرمائیں۔ یہاں تک کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا باغ ہرا بھرا، پھولا پھلا، لہلہایا اور اُس کے بھینے پھولوں، سہانے پتوں نے چشم و کام و دماغ پر عجب ناز سے احسان فرمایا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ اب اگر کوئی جاہل اعتراض کرے کہ کنچھیاں جواب پھوٹیں جب کہاں تھیں۔ یہ پتیاں جو اب نکلیں پہلے کیوں نہاں تھیں۔ یہ پتلی پتلی ڈالیاں جواب جھومتی ہیں نو پیدا ہیں، یہ ننھی ننھی کلیاں جواب مہکتی ہیں تازہ جلوہ نما ہیں اگر ان میں کوئی خوبی پاتے تو اگلے کیوں چھوڑ جاتے تو اُس کی حماقت پہ اس الٰہی باغ کا ایک ایک پھول قہقہہ لگائے گا کہ او جاہل! اگلوں کو جڑ جمانے کی فکر تھی وہ فرصت پاتے تو

یہ سب کچھ کر دکھاتے۔ آخر اس سفاہت کا نتیجہ بھی نکلے گا کہ وہ نادان اس باغ کے پھل پھول سے محروم رہے گا۔"

(۱۸)

ایک حکیم فرزانہ کے گھر آگ لگ گئی اس کے بیوی بچے، بھولے بھالے اندر مکان کے گھر گئے۔ لاکھوں روپوں کا مال اسباب بھی تھا۔ اس دانشمند نے مال کی طرف خیال نہ کیا، اپنی جان پر کھیل کر بچوں کو سلامت نکال لیا۔ یہ واقعہ چند بے خرد بھی دیکھ رہے تھے۔ اتفاقاً اُن کے یہاں بھی آگ لگ گئی یہاں نرا مال ہی مال تھا۔ کھڑے ہوئے دیکھتے رہے اور سارا مال خاکستر ہو گیا۔ کسی نے اعتراض کیا تو بولے تم احمق ہو۔ ہم اُس حکیم دانشور کی آنکھیں دیکھے ہوئے تھے اُس کے گھر آگ لگی تھی تو اس نے مال کب نکالا تھا جو ہم نکال لیتے؟ مگر بیوقوف اتنا نہ سمجھ سکے کہ اُس اولوالعزم حکیم کو بچوں کے بچانے سے فرصت کہاں تھی کہ مال نکالتا۔ نہ یہ کہ اُس نے مال نکالنا بُرا جان کر چھوڑا تھا۔ اللہ تعالےٰ کسی کو اوندھی سمجھ نہ دے۔ آمین۔

(۱۹)

مولوی حاکم علی نقشبندی مجددی۔ پروفیسر اسلامیہ سائنس کالج لاہور، مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ مولوی حاکم علی صاحب کئی دفعہ مولانا احمد رضا خاںؒ سے ملنے بریلی بھی گئے۔ بریلی

میں اپنے قیام کے دوران وہ اکثر مولانا احمد رضا خاںؒ سے سائنسی علوم و فنون پر تبادلۂ خیال کرتے تھے. وہ مولانا احمد رضا خاںؒ کے تبحر اور علمیت کے بڑے مداح تھے۔ اور اکثر اوقات اُن سے بریلی میں مذہبیات، فقہیات، سیاسیات اور سائنسی علوم پر تبادلۂ خیالات کرتے تھے۔ مولوی حاکم علی مشرباً نقشبندی تھے اور مولانا احمد رضا خاںؒ مشرباً قادری لیکن وہ مولانا کو اس صدی کا مجدد قرار دیتے تھے۔ تحریکِ ترکِ موالات کے زمانے میں جب مولانا احمد رضا خاںؒ نے مسلمانوں کو بیداری کا پیغام دے کر مسٹر گاندھی کی چالوں اور بعض مسلم علماء کی ناعاقبت اندیشانہ روش پر اُن کا پردہ چاک کیا تو مولوی حاکم علی بے ساختہ پکار اٹھے "الاماں یا مجدد مائۃ حاضرہ"

رسالہ "نزولِ آیاتِ فرقان وبسکونِ زمین وآسمان"، (مطبوعہ لکھنو) مولوی حاکم علی کے ایک استفسار کے جواب میں لکھا تھا۔ مولوی حاکم علی صاحب نے ۱۴ رجمادی الاول ۱۳۳۹ھ کو مولانا احمد رضا خاںؒ بزبانِ عربی و فارسی ایک خط ارسال کیا اس میں حرکتِ زمین کی تائید میں بعض قرآنی آیات کے ساتھ تفسیرِ جلالین اور تفسیرِ حسینی سے بعض عبارات پیش کیں۔ اس کے علاوہ سائنس کی کتابوں سے بھی حوالے درج کیئے اور مولانا احمد رضا خاںؒ سے درخواست کی کہ وہ حرکتِ زمین کے قائل ہو جائیں۔ مولوی صاحب نے مولانا احمد رضا خاںؒ سے اپنے خط کے اختتام پر التجا کی تھی:۔

"غریب نواز! کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر انشاء اللہ العزیز سائنس کو اور سائنس والوں کو مسلمان کیا ہوا پائیں گے"

مولانا احمد رضا خاںؒ نے بعنوانِ مذکورہ ۳۲۔ صفحات پر مشتمل رسالہ قلمبند کیا۔ اس کتابچہ میں انہوں ۔نے ردِ حرکتِ زمین پر اپنے دلائل پیش کرتے ہوئے مذکورہ بالا تفاسیر کے علاوہ ۲۸۔ دیگر تفاسیر کے حوالے پیش کیئے اور مولوی حاکم علی صاحب کے دلائل کو ضعیف قرار دیتے، ہوئے جدید سائنسدانوں مثلاً نیوٹن، آئن اسٹائن اور البرٹ الیف پورٹا پر شدید تنقید کی اور آخر میں لکھا:۔

(الف)

"محبِ فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دورازکار کرکے سائنس کے مطابق کرلیا جائے۔ یوں تو معاذاللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے۔ دلائلِ سائنس کو مردود و پامال کردیا جائے۔ جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو۔ سائنس کا ابطال و اسکات ہو۔ یوں قابو میں آئے گی۔ اور یہ آپ جیسے فہیم سائنسداں کو باذنہ تعالےٰ دشوار نہیں۔ آپ اسے بچشمِ پسند دیکھتے ہیں۔"

(۲۰)

مولانا احمد رضا خاںؒ کی نادر کتاب" الدولتہ المکیتہ بالمادۃ الغیبیۃ اسلام کے ایک نہایت ہی اہم اور دشوار گذار موضوع علمِ غیب اور اس کی ماہیت و

حقیقت پر مشتمل ہے۔ اس موضوع پر ہر کس و ناکس قلم اٹھانے کی ہمت نہیں رکھتا۔ "ہر کارے و ہر مردے" کے مصداق مولانا جیسے بلند پایہ جلیل القدر عالم ہی اس اہم [illegible] موضوع پر قلم اٹھا سکتے ہیں۔ چنانچہ یہ کتاب اُن کی علمیت، فاضل [illegible] ایک نادر شاہکار ہے۔ کتاب عربی زبان میں ہے جس کا ترجمہ [illegible] امام احمد رضا خاں قدس سرہ کے خلفِ اکبر حضرت مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے نہایت ہی عرق ریزی و جانفشانی سے کیا ہے۔ اِس کتاب کے آخری صفحہ کا ایک تراشہ ہدیۂ قارئین ہے۔

(الف)

"مگر حسد ایک گھوکھرو ہے کہ جسے لپٹ جاتا ہے وُہ تباہ و ہلاک ہو جاتا ہے۔ تو بچ اور بچ ہلاکت کی جگہوں سے۔ اور اللہ ہمارا اور تیری ہدایت کا والی ہو۔ الحمد للہ جواب پُورا ہُوا اور صواب کُھل گیا۔ اور جب کہ جلد لکھا ہُوا ایک رسالہ کی صُورت میں نکلا۔ تو مُناسب ہے کہ اس کا نام "الدّولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" رکھوں تاکہ یہ نام بھی ہو اور مقصود و تالیف اور مکانِ تصنیف کا اشعار و اعلام بھی اور ابجد کے حساب سے سالِ تالیف کی علامت اور نشانی بھی ہو۔"

"الحمد للہ بندہ ضعیف نے پہلا حصّہ پہلے دن سات گھنٹے میں پُورا کر دیا تھا پھر اس میں فائدے کے لیئے نظرِ ششم بڑھائی اور آج باوصفِ کثرتِ اشتغال کے دُوسرا حصّہ بعد ظہر کے لکھا اور اسے ایک گھنٹے سے زائد میں تمام کر دیا۔ تو بحمد اللہ ۲۷ ذی الحجہ روز چہار شنبہ کو عصر سے پہلے پُورا ہو گیا اور سب

سے افضل درود اور سب سے کامل تر سلام اُس مولیٰ پر جو مہکتی خوشبو سے مخصوص اور اپنے احسان سے حشر کے دن ہمارے شفیع ہیں اور اُن کی عزت والی آل اور عظمت والے صحابہؓ پر جب کہ صبح اور دس راتیں دورہ کریں اور سب خوبیاں اللہ تعالےٰ کو جو مالک ہے سارے جہان کا۔"

اس کتاب میں سے یہ تراشہ ملاحظہ ہو۔

(ب)

"الخلاصہ یہ کہ ہمارا استدلال یہاں تفسیر آیتِ کریمہ سے نہیں بلکہ تاویلِ مفسر اور ان معنی پر ان کے اعتقاد سے ہے۔ یہاں تک کہ اس نے جائز رکھا۔ آیۂ کریمہ کا اس کی جانب اشارہ تو وہ اب تمہارے نزدیک کفر کے زائد لائق والعیاذ باللہ تعالےٰ اور مقصود اِس بات کا بیان ہے کہ تم معرفتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محجوب ہو اور اتنی معرفت بھی نہیں جتنی علمائے ظاہر کو ہے۔ کجا وہ کہ اولیائے کرام کو مرحمت ہوئی تو تم مسلمان کی تکفیر کرتے ہو۔ اور بے علمی سے انکار کرتے اور اس انکار کو اچھا خیال کرتے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے بلکہ انہوں نے جھٹلایا اُسے جسے انہوں نے نہ جانا یہ ہے ان کا مبلغ علم۔ تو جسے اللہ نور نہ دے اس کے لیے نور نہیں میں مانگتا ہوں اللہ سے عفو و عافیت۔"

(ج)

"الحمد للہ! حق ظاہر ہوا اور صواب چمک اٹھا اور آفتابِ ہدایت پر کوئی پردہ نہ رہا۔ یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور اُن لوگوں پر لیکن

بہت لوگ شکر نہیں کرتے اور جو اس حقیر ترین بندگان کے کلام میں ایسے شخص کی طرح نظر کرے جو بات میں غور کرے اور فائدہ لینا چاہے یا قلبِ حاضر کے ساتھ کان لگائے حملہ آور ہٹ دھرم کے ہر سوال کا صحیح جواب اس پر ظاہر ہو جائے مگر تصریح زیادہ نافع اور بیان کے زیادہ لائق ہے تو چاہیئے کہ ہم ہر سوال پر جُدا جُدا کلام کریں۔ اور اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔"

(د)

غیوبِ خمسہ کی بحث کو سمیٹتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

"اور یہ پانچوں غیب حضور پر کیونکر مخفی رہیں۔ حالانکہ حضور کی امت میں سے ساتوں قطب ان پانچوں کو جانتے ہیں حالانکہ وہ ساتوں غوث سے نیچے ہیں پھر کجا غوث پھر کجا وہ تمام اگلوں پچھلوں کے سردار ہیں۔ وہ جو ہر شے کے سبب ہیں۔ وہ کہ ہر شے انہیں سے ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں کہتا ہوں ساتوں قطب سے ابدال مراد ہے کہ وہ ستر ابدال کے اوپر اور دونوں اماموں کے نیچے ہوتے ہیں جو غوث کے دونوں وزیر ہیں۔ نیز ابریز میں انہیں سید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا کہ ان پانچوں غیبوں کا معاملہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کیونکر چھُپا ہے۔ حالانکہ حضور کی امتِ مرحومہ میں سے کوئی صاحبِ تصرّف تصرّف نہیں کر سکتا جب تک کہ ان پانچوں کو نہ جانے۔ تو اے منکرو! اِن کلاموں کو سنو اور اولیاء اللہ کی تکذیب نہ کرو کہ اِن کی تکذیب دین کی بربادی ہے۔ اور

قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مکر نے والوں سے انتقام لے گا۔"

(س)

"لا الٰہ الا اللہ کے معنی عام لوگوں کے نزدیک تو یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور خواص کے نزدیک یہ کہ اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں اور خاص الخاص کے نزدیک یہ کہ اللہ کے سوا کوئی نظر ہی نہیں آتا اور جو نہایت کو پہنچ گئے ان کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں اور یہ سب معنی حق ہیں۔ اور ایمان کا مدار پہلے پر ہے اور اصلاح کا مدار دوسرے پر اور سلوک کا تمام تیسرے پر اور وصول الی اللہ کا مدار چوتھے پر۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب معنی میں سے پورا حظ عطا فرمائے۔ اپنے احسان و کرم سے۔ آمین۔"

(ص)

"یہاں نکتہ ہے اور کیسا نکتہ بلند و بالا جلالت تو طرزِ خوشنما اور اس میں ایک لطف یہ ہے کہ وہابیہ جو اپنی دلیل نہ میور سے سمجھے۔ یہ ان پر اس کے عکس کا حکم لگاتا ہے تو کان لگا کر سن وہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انتفا فرمایا جان کہ ان پانچ کے سوا غیب اور بہت کثرت سے ہیں۔ جہاں تک کہ ان پانچ کے جملہ افراد سب مل کر بھی اور غیبوں کے ہزارویں حصے کو بھی نہیں پہنچتے۔ تو اللہ تعالیٰ غیب کا غیب ہے۔ اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے اور اس کی ہر صفت غیب ہے اور برزخ غیب ہے اور بہشت غیب ہے اور دوزخ غیب ہے اور حساب

غیب ہے اور نامۂ اعمال غیب ہے اور قیامت کے میدان میں جمع کیا جانا غیب ہے۔ قبروں سے اٹھانا غیب ہے اور فرشتے غیب ہیں اور اُن کے سوا تیرے رب کے لشکر غیب ہیں اور ان کے سوا اور غیب ہیں جن کی جنسیں تک ہم نہیں گنا سکتے نہ کہ فردیں اور معلوم ہیں کہ یہ سب کے سب یا ان میں اکثر غیب ہونے میں ان پانچ سے بڑھ کر ہیں اور اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ نے اس آیتِ کریمہ میں ان میں سے کچھ ذکر نہیں فرمایا صرف یہی پانچ ذکر فرمائے :

(ط)

"سب خوبیاں اللہ کو جو جمیع غیوب کا کمال جاننے والا ہے۔ گناہوں کا بڑا بخشنے والا، عیبوں کا بہت چھپانے والا، پوشیدہ راز پر اپنے پسندیدہ رسولوں کو مسلّط کرنے والا۔ اور سب سے افضل درود اور سب سے کامل تر سلام اُن پر جو ہر پسندیدہ سے زیادہ پسندیدہ اور ہر پیارے سے بڑھ کر پیارے ہیں۔ غیبوں پر اطلاع پانے والوں کے سردار جن کو اُن کے رب نے خوب سکھایا۔ اور اللہ کا اُن پر فضل بہت بڑا ہے اور وہ ہر غیب پر امین اور غیب کے بتانے میں بخیل نہیں اور نہ وہ اپنے رب کے احسان سے کچھ پوشیدگی میں ہیں کہ جو ہو گزرا یا آنے والا ہو اُن سے چھپا ہو تو وہ ملک اور ملکوت کے مشاہدہ فرمانے والے ہیں۔ اور اللہ عزّوجل کی ذات و صفات کے ایسے دیکھنے والے ہیں کہ نہ آنکھ کج ہوئی اور نہ حد

سے بڑھی۔ تو کیا تم جو کچھ وہ دیکھ رہے ہیں اُن میں اُن سے جھگڑتے ہو۔ اللہ نے اُن پر قرآن اتارا۔ ہر چیز کا روشن بیان کر دینے کو تو حضور نے تمام اگلے پچھلے علوم پر احاطہ فرمایا اور ایسے علموں پر جو کسی حد پر نہ رکیں اور گنتی اُن تک پہنچنے سے تھک رہے اور تمام جہان میں اُن کو کوئی نہیں جانتا۔ تو آدم علیہ السلام کے علم اور تمام عالم کے علم اور لوح و قلم کے علم یہ سب مل کر ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے علموں کے سمندروں سے ایک بوند ہیں۔"

(۲۱)

"برکات الامداد" ۱۳۱۰ھ میں مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ وہابیوں کی خبر لیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(الف)

"مسلمانو! وہابیوں کے اس ظلم و جور و تعصب کا ٹھکانہ ہے کہ بیمار پڑیں تو حکیم کے پاس دوڑیں ——— دوا کریں، کوئی مارے پیٹے تو تھانے کو جائیں ——— رپٹ لکھوائیں ——— ڈپٹی یا سارجنٹ سے فریاد کریں۔ کسی نے زمین دبالی یا تمسک کا روپیہ نہ دیا تو منصف صاحب مدد کیجیو۔ جج بہادر خبر لیجیو۔ نالش کریں ——— استغاثہ کریں۔ غرض دنیا بھر سے استعانت کریں اور حصر اِیَّاكَ نَسْتَعِينُ کو اس کے خلاف نہ جانیں۔ ہاں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء سے

استعانت کی اور شرک آیا۔ ان کاموں کے وقت آیت کا حصر کیوں نہیں یاد آتا۔ وہاں تو یہ حکم ہے کہ ہم خاص تجھی سے استعانت کرتے ہیں۔"

(ب)

"وہابیہ خود بھی دل میں خوب جانتے ہیں کہ آیۂ کریمہ میں مطلق استعانت بالغیر کی اصلاً ممانعت نہیں۔ نہ وہ ہرگز شرک و ممنوع ہوسکتی ہے بلکہ استعانت حقیقتاً ہی ربُّ العزت جل جلالہٗ سے خاص فرمائی گئی اور اس کا اختصاص کسی طرح حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام سے استعانت جائزہ کا منافی نہیں ہوسکتا ہے مگر عوام بے چاروں کو بہکانے اور محبوبانِ خدا کا نامِ پاک اُن کی زبان سے چھڑانے کو دیدہ و دانستہ قرآن کے معنی بدلتے ہیں تو کیا بات۔ کہ سر کی کھلی اور دل کی بند ہیں۔ پاؤں تلے کی نظر آتی ہے۔ حکیم جی تو علاج کرتے، تھانہ دار کو چوریاں نکالتے، نواب راجہ کو نوکریاں دیتے، ڈپٹی منصف کو مقدمات بگاڑتے سنبھالتے آنکھوں دیکھ رہے ہیں۔ اُن کی امداد اعانت سے کیونکر منکر ہوں اور حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء سے جو باطن و ظاہر، قاہر دیا ہر مدد دین پہنچ رہی ہیں وہ نہ دل کے اندھوں کو سوجھیں، نہ اپنے نصیبے میں اُن کی برکات کا حصہ سمجھیں۔ پھر بھلا یہ کیونکر یقین لائیں۔"

(ج)

"نواب صاحب کو اپنی نوابی کے نشے میں ناگوار گزری کہ نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کا پاس ـــــــ نہ صحابہ و تابعین کے تعلیم و عمل کا لحاظ ـــــــ نہ اکابر حفاظِ حدیث کی تصحیح کا خیال، سخت ڈھٹائی کے ساتھ حاشیہ ظفر جلیل پر صحیح حدیث کو بزورِ زبان درزورِ بہتان رد کرنے کے لیئے عقل و شرح کی قید سے نکل راوی ثقہ کا نسب بدل تقریب کی عبارت بکمالِ شرارت ایک سطر کی دکھا، برابر کی چھپا، کسی کا حال کسی پر اتار، حیا کا پانی سر سے گزار بے دھڑک بے پر کی اڑا دی کہ حدیث قابلِ حجت نہیں۔"

(د)

"ایمان سے کہو غوث الاعظم کے یہی معنی ہوئے کہ سب سے بڑے فریاد رس یا کچھ اور ـــــــ خدا کو ایک جان کر کہنا کہ غوث الثقلین کا یہی ترجمہ ہوا کہ جن و بشر کے فریاد رس یا کچھ اور؟ ـــــــ پھر یہ کیسا کھلا شرک تمہارا امام اور اس کا سارا خاندان بول رہا ہے۔ قول کے سچے ہو تو ان سب کو بھی ذرا جی کڑا کر کے مشرک بے ایمان کہہ دو۔ ورنہ شریعتِ وہابیہ کیا آپ کی خانگی ساخت ہے کہ فقط باہر والوں کے لیئے خاص ہے گھر والے سب اس سے مستثنیٰ ہیں؟ افسوس اس امام بے لگام کی تلون مزاجیوں نے طائفے کی مٹی خراب کی ہے۔ آپ ہی تو شرک کا قانون سکھائے جس کی بناء پر طائفے کے نواب بھوپالی بہادر دبی زبان سے بھی

کہہ گئے غوث الاعظم یا غوث الثقلین کہنا شرک سے خالی نہیں۔ اور آپ ہی جب تلوّن کی لہر آئے تو اپنی موج میں آکر انہیں گھر سے میں دھکا دے اور خود دور کھڑا قہقہے لگائے ،

(۲۲)

مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ حرکت زمین کے رد میں اپنے معرکتہ الآراء کتاب " فوز مبین در ردِّ حرکتِ زمین " (۱۳۳۸ھ) میں آئزک نیوٹن پر تنقید کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں :-

(الف)

" ہر جسم میں دوسرے کو اپنی طرف کھینچنے کی ایک قوّتِ طبعی ہے جسے جاذبیا یا جاذبیت کہتے ہیں۔ اس کا پتہ نیوٹن کو ۱۶۶۵ء میں اس وقت چلا جب وہ وبا سے بھاگ کر کسی گاؤں گیا۔ باغ میں تھا کہ درخت سے سیب ٹوٹا، اُسے دیکھ کر اسے سلسلہ خیالات چھوٹا، جس سے قواعدِ کشش کا بھبوکا پھوٹا "

(۲۳)

ایک کتاب "ختم النبوۃ" کے موضوع پر لکھی ہے (۱۳۱۷ھ)۔ اس میں مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا اس طرح نقشہ کھینچا ہے۔

(الف)

" اللہ اللہ ایک وہ دن تھا کہ مدینہ طیبہ میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی دھوم ہے۔ زمین و آسمان میں

خیر مقدم کی صدائیں گونج رہی ہیں. خوشی و شادمانی ہے کہ در و دیوار سے ٹپکی پڑتی ہے. مدینے کے ایک ایک بچے کا دمکتا چہرہ انار دانہ ہو رہا ہے. باچھیں کھلی جاتی ہیں. دل ہیں کہ سینوں میں نہیں سماتے، سینوں پر جامہ تنگ، جاموں میں قبلئے گل کا رنگ، نور ہے کہ جھما جھم برس رہا ہے. فرش سے عرش تک نور کا بقعہ بنا ہے. پردہ نشین کنواریاں شوقِ دیدار محبوبِ کردگار میں گاتی ہوئی باہر آتی ہیں کہ

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعیٰ للّٰہ داعی

(۲۴)

ایک عیسائی نے قرآنِ کریم پر اعتراض کیا. جب یہ بات آپ کے علم میں لائی گئی تو آپ نے " الصمصام علیٰ مشکک فی آیتہ علوم الارحام (۱۳۱۵ھ) کے عنوان سے ایک رسالہ تحریر فرمایا. اس رسالے میں ایک جگہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہم السلام کے بارے میں عیسائیوں کے عقائد پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

(الف)

خدارا انصاف ____ وہ عقل کے دشمن، دین کے رہزن، جہنم کے کندن ایک اور تین میں فرق نہ جانیں ____ ایک خدا کو تین مانیں ____ پھر تینوں کو ایک ہی جانیں ____ بے مثل، بے کفو کے لیئے جورو بتائیں، بیٹا ٹھہرائیں ____ اسکی پاک بندی، ستھری، کنواری

پاکیزہ بتول مریم پر ایک بڑھئی کی جورو ہونے کی تہمت لگائیں۔

اللہ اللہ! یہ قوم! یہ قوم! ـــــ سراسر لوم ـــــ

یہ لوگ! یہ لوگ! ـــــ جنہیں عقل سے لاگ ـــــ جنہیں

جنوں کا روگ ـــــ یہ اس قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں

اور مسلمان ان کی لغویات پر کان دھریں۔"

(۲۵)

تجلی المشکوٰۃ اعلیٰحضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں قدس سرہٗ سے کسی نے مسئلہ دریافت کیا کہ آیا سادات محتاجین کو زرِ زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپؒ نے فتویٰ دیا جو فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں درج ہے۔ فتویٰ میں ایک عبارت ہے جس کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ زبان و بیان کی لطافت اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک ایک ایک لفظ سے پھوٹی پڑتی ہے۔

(الف)

"بڑے مال والے اگر اپنے خاص مالوں سے بطورِ نذر و ہدیہ ان حضرات علیہ کی خدمت نہ کریں تو ان کی بے سعادتی ہے۔ وہ وقت یاد کریں جب ان حضرات کے جدِّ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ظاہری آنکھوں کو بھی کوئی ملجا و ماویٰ نہ ملے گا کیا پسند نہیں آتا کہ وہ مال جو انہیں کے صدقے میں انہیں کی سرکار سے عطا ہوا جسے عنقریب چھوڑ کر پھر ویسے ہی خالی ہاتھ زیرِ زمین جانے والے ہیں اُن کی خوشنودی کے لیئے اُن کے پاک مبارک بیٹوں پر

اُس کا ایک حصہ صرف کیا کریں کہ اُس سخت حاجت کے دن اُس جوادِ کریم رؤف ورحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے بھاری انعاموں اور عظیم اکراموں سے مشرف ہوں"۔

فتویٰ کے آخر میں جو عبارت درج ہے اُس میں اعلیٰحضرت کی زبان کی سلاست اور انفرادیت ملاحظہ ہو۔

(ب)

"غرض للہ الحمد و المنّہ فقیر غفرلہٗ المولیٰ القدیر نے بتوفیق المولیٰ سُبحانہٗ وتعالےٰ ان الٰہ مسائل کو ایسی شرح وتکمیل وبسطِ جلیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ شاید اُن کی نظیر کتب میں نہ ملے۔ امید کرتا ہوں جو شخص ان سب کو بغور کامل سمجھ لے گا وہ ہزار ہا مسائلِ زکوٰۃ کا حکم ایسا بیان کرے گا جیسے کوئی عالم محقق بیان کرے۔ جن مسائل میں فقیر نے آج کل کے بعض مدعیان فقاہت وتحدیث بلکہ امامتِ فنونِ فقہ وحدیث کو فاحش غلطیاں کرتے دیکھا کہ کم علم آدمی جو ان تحریراتِ فقیر کو بہ نہجِ احسن سمجھ لے گا انشاء اللہ تعالےٰ بے تکلف صحیح وصاف ادا کرے گا مگر حاشا ہر گز ارد وزبان جان کر اپنی فہم پر قناعت نہ کرے کہ نازک یا غور طلب بات جو آدمی کی اپنی استعداد سے ورا ہو کسی زبان میں کیسی ہی واضح کی جائے پھر نازک ہے بلکہ واجب کہ کسی عالم کامل سے ان مسائل کو پڑھ لے تاکہ بحول اللہ تعالےٰ اُس باب میں خود عالمِ کامل ہو جائے"۔

(۲۶)

"الاستمداد علیٰ اجیال الارتداد" (۱۳۳۷ھ) میں رقمطراز ہیں

(الف)

"حاشا للہ! انبیاء کی شان اللہ ہی کی شان ہے۔ انبیاء کی عزت اللہ ہی کی عزت ہے۔ انبیاء کی تعظیم اللہ ہی کی تعظیم ہے۔ دیکھو ائمہ دین نے فرمایا ہے کہ غیر خدا کے لیئے تواضع حرام ہے پھر علماء وغیرہم سلطان دین کے لیئے تواضع کا حکم دیا۔ اگر ان کی عزت اللہ ہی کی عزت نہ ہوتی تو ان کے لیئے تواضع حرام ہوتی۔

قال اللہ تعالے: فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا ؕ ساری عزت اللہ کے لیئے ہے۔ اور فرماتا ہے:۔ وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ ؕ عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں ہی کے لیئے ہے۔ اگر ان کی عزت عزتِ الٰہی سے جدا ہوتی تو عزت کے حصے ہو جاتے۔ ساری عزت اللہ کے لیئے نہ ہوتی تو اس نے اللہ ہی کی شان کو چمار سے بدتر اور ذرۂ ناچیز سے کم کیا۔"

(ب)

"مسلمانوں کے ایمان میں حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء ضرور شفیع ہیں اور ضرور بارگاہِ الٰہی میں ان کے لیئے عظیم وجاہت ہے اور ضرور ان کی وجاہت کے سبب ان کی سفارش قبول ہے۔ جو وہاں وجاہت نہیں رکھتا اس کا کیا منہ کہ کسی کی سفارش کر سکے؛ ان کی وجاہت کا انکار کفر اور اس کے سبب ان کی

شفاعت کا قبول نہ ماننا ضلال. باقی دھوکہ دینے کو جو وجاہت کے معنی میں دباؤ کی پخ لگائی کہ امیر سے دب کر سفارش مان لینا ہے محض عیاری ہے. وجاہت کے معنی میں لغۃً عرفاً شرعاً کہیں اس کا پتا نہیں۔"

(ج)

"جب کسی درخت کے پتے جاننا خاص اللہ ہی کی شان ٹھہری جس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں تو اگر کوئی محنت کر کے گن دے تو وہ خدا ہو گیا۔ کیونکہ غیب خاص بخدا کی طرف کسی حیلہ سے مخلوق کو راہ ناممکن لیکن اُس نے جان لیا تو یہ ضرور اسمٰعیل کا خدا ہے۔ ایک ہی کے پتے جان لینا کچھ دشوار نہیں اور کیلا ہو یا ڈھاک کے تین پات جب تو خداؤں کی گنتی ہی نہ رہے گی۔ اصل بات یہ ہے کہ محبوبانِ خدا خصوصاً سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جلن ہے اُن کا نام آیا اور شرک نے منہ پھیلایا۔"

(د)

"یہ فطری بات ہے کہ سلطنت کا رعیت، فاتح کا مفتوح پر اثر ہوتا ہے مسلمان ہندوستان میں فاتح ہو کر آئے اور صدہا سال سلطان و حکمران رہے۔ ہندوؤں کے روزمرّہ میں بکثرت الفاظِ عربیہ داخل ہو گئے۔ طرزِ معاشرت میں تبدیلیاں ہوئیں۔ اُن میں سے یہ بھی انہوں نے مسلمانوں سے لیا ہو تو کیا محال ہے؟ اسے اُن کا شعار کہنا صریح جھوٹ ہے۔ کسی قوم کا شعار وہ جس سے اُن کی پہچان ہو اور اُن میں اور اُن کے غیر میں اُس سے امتیاز کیا جاتا ہے۔ یہاں شعاریت اگر

ہے تو وید پڑھنے سے کوئی وہابی اگر تمہاری فاتحہ میں پنڈت سے وید پڑھوائے اُسے منع کرنا کہ تو شعارِ ہنود کا مرتکب ہوا مسلمانوں کا حال آپ کو معلوم نہیں. وہ قرآنِ عظیم پڑھتے ہیں. وید پڑھنا ہنود کا شعار تھا تو قرآنِ عظیم کی تلاوت خاص شعارِ اسلام ہے. اس زمین و آسمان کے فرق کے بعد بھی تشبّہ ہے تو روزے حج بھی ممنوع ہوں خصوصاً نافلہ کہ برت اور تیرتھ سے تشبّہ ہو گا. سورج گہن اور چاند گہن کے وقت تصدق کرنا بھی ممنوع ہو کہ ہندوؤں کا شعار ٹھہرے گا. یہاں تو کوئی ایسا فرق بھی نہیں بخلافِ فاتحہ کہ اس میں رسمِ ہنود سے تشبّہ اسی کو سوجھے گا جو قرآنِ عظیم و وید میں فرق نہ کرے گا.''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد اسی مدینہ طیبہ میں آپ کے دُنیا سے تشریف لے جانے کا منظر کھینچتے ہیں:۔

(ب)

''ایک دن آج ہے کہ اس محبوب کی رخصت ہے مجلسِ آخری وصیّت ہے. مجمع تو آج بھی وہی ہے. بچّوں سے بوڑھوں تک، مردوں سے پردہ نشینوں تک، سب کا ہجوم ہے. ندائے بلال سنتے ہی چھوٹے بڑے سینوں سے دل کی طرح بے تابانہ نکلے ہیں. شہر بھر نے مکانوں کے دروازے کھلے چھوڑ دیئے ہیں. دل کملائے، چہرے مرجھائے، دن کی روشنی دھیمی پڑ گئی کہ آفتابِ جہاں تاب کی وداع نزدیک ہے. آسمان پژمردہ، زمین افسردہ، جدھر دیکھو سناٹے کا عالم اتنا اژدحام ہو کا مقام، آخری نگاہیں اس محبوب کے روئے حق نما

یک کس حسرت و یاس کے ساتھ جاتی اور ضعفِ نومیدی سے ہلکان ہو کر بیخودانہ قدموں پر گر جاتی ہیں۔ فرطِ ادب سے لب بند مگر دل کے دھوئیں سے صدا بلند:۔

(۲۷)

"حسام الحرمین" (۱۳۲۴ھ) مولانا احمد رضا خان قدس سرہٗ کی مشہور و معروف کتاب ہے۔ اس میں ایک جگہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت و رافت کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

(الف)

"ارے وہ، وہ ہیں کہ تم چادر تان کر، شام سے خرّاٹے لیتے صبح کی خبر لاتے ہو، تمہارے درد ہو، کرب ہو، بے چینی ہو، کروٹیں بدل رہے ہو ——— ماں، باپ، بھائی، بیٹیا، بی بی، اقربا، دوست، آشنا دو چار راتیں کچھ جاگے ہوئے آخر تھک تھک جا پڑے اور جو نہ اٹھے وہ بیٹھے اونگھ رہے ہیں، نیند کے جھونکے آ رہے ہیں ——— اور وہ پیارا، بے گناہ، بے خطا ہے کہ تمہارے لیئے راتوں جاگا کیا، تم سوتے اور وہ زار و زار رو رہا ہے۔ روتے روتے صبح کر دی ہے کہ اے میرے رب میری امت! میری امت!"

(۲۸)

امام احمد رضاؒ کی سیاسی بصیرت اپنی مثال آپ تھی۔ آپؒ نے ایک رسالہ بعنوان "دوام العیش"، سنہ ۱۹۲۰ء میں تحریر فرمایا۔ اُس میں ایک جگہ ابوالکلام آزاد کے خیالات

پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

(الف)

"ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اصل مقصود بغلامی ہنود سوراج کی چکی ہے۔ بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کر دی ہے۔ بھاری بھرکم خلافت کا نام لو، عوام بھڑیں، چندہ خوب ملے اور" گنگا وجمنا کی مقدس زمین" آزاد کرنے کا کام چلے"

(ب)

"معلوم تھا کہ کر تو کچھ نہیں سکتے۔ نہ خود نہ وہ، خالی چیخ و پکار کا نام حمایت رکھنا ہے۔ اہلِ عقل و دین۔ اوّل تو غوغائے بے ثمر خود ہی عبث جان کر صرف توجہ الی اللہ پر قانع رہیں گے اور اگر شاید شرکت چاہیں تو انہیں مذہب اہلِ سنت ہر شئے سے زیادہ عزیز ہے ——— مذہب ہی اُن کے نزدیک چیز ہے ——— لہذا ایسے لفظ کی چلاہٹ ڈالو جو خلافِ مذہبِ اہلِ سنت ہو کہ وہ شریک ہوتے ہوں تو نہ ہوں اور کہنے کو موقع مل جائے کہ دیکھیئے انہیں مسلمانوں سے ہمدردی نہیں۔ یہ تو معاذ اللہ نصاریٰ سے ملے ہوئے ہیں تاکہ عوام ان سے بھڑکیں اور دیوبندیت و وہابیت کے پنجے جمیں"

(ج)

"بعد حمد و صلوٰۃ حضراتِ کرام اخوانِ اہلسنت و جماعت سے گذارش۔ اگرچہ چہرۂ پُر نور ماہتابِ صدق پر کذابوں کے کذب کی نہایت وحشت ناک تیرگیاں چھائیں ——— اور روئے آفتاب حق پر

باطل کی سخت بھیانک اور خوفناک تاریکیاں اور کالی کالی ڈراؤنی بدلیاں آئیں ـــــ مگر ہمارے قلوب بفضلہ تعالیٰ مطمئن تھے ـــــ ہم سمجھے ہوئے تھے کہ یہ بھی کچھ دُور کی ہوا ہے ـــــ جو دم میں ہوا ہے۔ آخر کار وہی ہوا جس کا ہمیں شدت سے انتظار تھا۔ وہ دن آ ہی گیا کہ وہ تیرگی دُور ـــــ اور تاریکی کا نور ہوئی۔ اور ایک عالم نے دیکھ لیا کہ حق یہ ہے ـــــ اور باطل وہ تھا جو اُس کے حضور جم نہ سکا۔ پتّا توڑ بھاگا۔ کب تک باطل حجابِ حق کو چھپاتے۔ تابکے جھوٹے نقاب صدق کی آڑ کر سکتے۔ آخر حق کی شعاعوں نے ان باطل پردوں کو خاکستر کر ہی دیا۔ جھوٹے نقابوں کو جلا ہی ڈالا اور دُنیا کو اپنا جلوۂ جہانتاب دکھا ہی دیا۔"

ابوالکلام آزاد سے متعلق امام احمد رضا ارشاد فرماتے ہیں:۔

(د)

"کسی پرچہ اخبار کی ایڈیٹری اور چیز ہے اور حدیث و فقہ کا سمجھنا اور وہ مِنْ کا ترجمہ "سے" اور اِلیٰ کا ترجمہ "تک" کر لینے سے نہیں آتا۔ اگر ضمیر قریش کی طرف ہوتی تو اثنان کی جگہ احد فرمایا جاتا یعنی جب تک ایک قریشی بھی رہے۔"

(س)

"سلطان کافر کش دین پرور اورنگ زیب عالمگیر محی الملۃ والدین محمد عالمگیر بادشاہ غازی انار اللہ تعالیٰ برہانہ اگر آپ کے نزدیک اس جرم پر کہ متشرع تھے اور کفار پر غلظت رکھتے

۔ نااہل تھے تو اکبر تو نالائق نہ تھا جو آپ ہی کا ہم مشرب اور اتحادِ مشرکین کا دلدادہ تھا۔ غرض پیشگوئی بتا کر تکذیبِ حدیث کے سوا مسٹر کو کچھ مفر نہیں۔"

(۲۹)

اسماعِ الاربعین
فی
شفاعتہ سید المحبوبین (۱۳۰۵ھ)

کسی نے امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ سے سوال کیا کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شفیع ہونا کس حدیث سے ثابت ہے؟" امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے اس کا جواب نہایت ہی مدلل آیتِ قرآنیہ اور احادیثِ مقدسہ سے دیا۔ جواب کے شروع میں آپ فرماتے ہیں:۔

(الف)

"سبحان اللہ ایسے سوال سن کر کتنا تعجب آتا ہے کہ مسلمان و مدعیانِ سنیّت ——— اور ایسے واضح عقاید میں تشکیک کی آفت ——— یہ بھی قربِ قیامت کی ایک علامت ہے۔ اِنا للہ واِنا الیہ راجعون۔"

"احادیثِ شفاعت بھی ایسی چیز ہیں جو کسی طرح چھپ سکیں۔ بیسیوں صحابہ، صدہا تابعین، ہزارہا محدثین، اُن کے راوی۔ احادیث کی ہرگونہ کتابیں صحاح، سنن، مسانید، معاجیم، جوامع مصنفات اُن سے مالا مال ——— اہلِ سنّت کا ہر تنفس

یہاں تک کہ زنان و اطفال ــــــ بلکہ دہقانی جہال ــــــ بھی اس عقیدے سے آگاہ۔ خدا کا دیدار ــــــ محمد کی شفاعت ــــــ ایک ایک بچے کی زبان پر جاری۔ صلی اللہ علیہ وسلم و بارک۔"

(ب)

"نہیں نہیں۔ اُن کے رب کی قسم جس نے اُنہیں شفیع المذنبین کیا۔ اُن کی شفاعت ہم جیسے روسیا ہوں، پُر گنا ہوں، سیہ کاروں ستم گاروں کے لیئے ہے جن کا بال بال گناہوں میں بندھا ہے۔ جن کے نام سے گناہ بھی ننگ و عار رکھتا ہے۔ ترسم آلود ہ شود دامنِ عصیاں از من۔"

(۲۰)

اتیان الارواح

سنہ ۱۳۲۱ھ

(الف)

"غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ماننے کو تو جب تک حدیث قطعی نہ ہو بخاری و مسلم بھی مردود ــــــ اور معاذ اللہ حضور کی تنقیصِ فضائل کے لیئے بے اصل، بے سند بے سرو پا حکایت مقبول و محمود ــــــ اور پھر دعوائے ایمان و امانت و دین و دیانت بدستور موجود۔"

(۳۱)

(الملفوظ امام احمد رضا) میں ایک جگہ یہ عبارت درج ہے کہ پڑھ کر امام احمد رضا کی روانیٔ بیان، سلاستِ زبان کی داد دیئے بغیر چارہ نہیں. فرماتے ھیں:۔

(الف)

"دل میں کہا، برملا فحش گالیاں دیتے ہیں، بعض خبثاء تو مغلظات سے بھرے ہوئے بیرنگ خطوط بھیجتے ہیں. پھر ایک نہیں اللہ اعلم کتنے آتے ہیں. مجھے اس کی پرواہ نہیں. اس سے زیادہ میری ذات پر حملہ کریں. میں تو شکر کرتا ہوں کہ اللہ عزّوجلّ نے مجھے دین حق کی سپر بنایا کہ جتنی دیر وہ مجھے کوستے، گالیاں دیتے، بُرا بھلا کہتے ہیں اتنی دیر اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص سے باز رہتے ہیں ادھر سے کبھی اس کے جواب کا وہم بھی نہیں ہوتا اور نہ کچھ بُرا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری عزّت اُن کی عزّت پر نثار ہونے کے لیئے ہے۔ بلکہ اُن پر نثار ہونا ہی عزّت ہے. قرآن شریف میں ارشاد فرمایا:۔ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ اَذًى كَثِيْرًا ۚ اور تم مشرکوں اور اگلے کتابیوں سے بہت کچھ بُرا سنو گے. بڑے بڑے آئمہ مجتہدین وصحابہ و تابعین تو مخالفین کے سبّ وشتم سے بچے نہیں. یہ درکنارہ. جب اللہ واحدِ قہار اور اُس کے پیارے حبیب ومحبوب احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹانا

چاہیں، انہیں عیب لگائیں تو اور کوئی کس گنتی میں۔"

(۳۲)

مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ کی زبان فیض ترجمان سے بارہویں شریف کی محفلِ میلادِ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تقریر سے ایک عبارت پیش کی جارہی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(الف)

"جب زمانۂ ولادت شریف کا قریب آیا۔ تمام ممالک ملکوت میں میلاد تھی عرش پر محفلِ میلاد تھی، فرش پر محفلِ میلاد، ملائکہ میں مجلسِ میلاد ہو رہی تھی۔ خوشیاں مناتے حاضر آئے ہیں، سر جھکائے کھڑے ہیں۔ جبرئیل و میکائیل حاضر ہیں۔ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اُس دولہا کا انتظار ہو رہا ہے۔ جس کے صدقے میں یہ ساری برات بنائی گئی ہے۔ سبع سماوات میں عرش و فرش پر دھوم ہے۔ ذرا انصاف کرو۔ تھوڑی سی مجازی قدرت والا اپنی مراد کے حاصل ہونے پر جس کا مدت سے انتظار ہو۔ اب وقت آیا ہے کیا کچھ خوشی کا سامان نہ کرے گا۔ وہ عظیم مقتدر جو چھ ہزار برس پیشتر بلکہ لاکھوں برس سے ولادتِ محبوب کے پیش خیمے تیار فرما رہا ہے اب وقت آیا ہے کہ وہ مراد المرادین ظہور فرمانے والے ہیں۔ یہ قادر علیٰ کل شیء کیا کچھ خوشی کے سامان مہیا نہ فرمائے گا۔ شیاطین کو اُس وقت جلن ہوئی تھی اور اب بھی جو شیاطین ہیں جلتے ہیں اور

ہمیشہ جلیں گے۔ غلام تو خوش ہو رہے ہیں۔ اُن کے ساتھ تو ایسا دامن آیا کہ یہ گر رہے تھے اُس نے بچا لیا۔ ایسا سنبھالنے والا مولا کہ اُس کی نظیر نہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم "۔

اسی تقریر میں ایک اور موقع پر فرماتے ہیں :-

(ب)

"قسم اُس کی جس نے انہیں رحمۃ اللعالمین بنایا۔ آج وہ ایک ایک کا بند کمر پکڑے اپنی طرف کھینچ رہے ہیں کہ دوزخ سے بچائیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحمد للہ کیا حامی پایا۔ اربوں سے بھی اربوں مراتب زائد، گرنے والوں کو ایک اشارہ کفایت کر رہا ہے تو ایسے کہ پیدا ہونے کا ابلیس اور اُس کی ذریت کو جتنا غم ہو تھوڑا ہے۔ پہاڑوں میں ابلیس اور تمام مردہ سرکش قید کر دیئے گئے تھے۔ اُسی کے پیرو اب بھی غم کرتے ہیں، خوشی کے نام سے مرتے ہیں۔ ملائکہ سبع سماوات دھوم مچا رہے تھے۔ عرشِ عظیم ذوق و شوق میں ہلتا تھا۔ ایک عَلَم مشرق اور دوسرا مغرب اور تیسرا بامِ کعبہ پر نصب کیا گیا اور بتایا گیا کہ ان کا دارالسلطنت کعبہ ہے اور اِن کی سلطنت مشرق سے مغرب تک۔ تمام جہان انہیں کی سلطنت، انہیں کی قلمرو میں داخل ہے "۔

(۳۳)

مولانا مولوی ظفر الدین صاحب نے ۱۸ صفر ۱۳۳۸ھ کو مولانا احمد رضا خان قدس سرہ کو ایک مراسلہ بھیجا جس میں تحریر تھا کہ " بانکی پور سے ایک

انگریزی اخبار نکلتا ہے جس کا نام ایکسپریس ہے۔ اس کے ۱۸ اکتوبر کے پرچہ میں امریکہ کے البرٹ نامی منجم نے ایک پیش گوئی شائع کرائی ہے کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو سبع سیارے برج واحد میں جمع ہوں گے جس سے طوفانِ عظیم پیدا ہوگا۔ آفتاب میں ایک بڑا داغ سا ہوگا۔ بڑے زلزلے ہوں گے۔ ممالکِ متحدہ امریکہ آئندہ دسمبر میں بڑے خوفناک موسمی طوفانِ آب سے صاف کر دیا جائے گا وغیرہ وغیرہ"

چنانچہ مولانا ظفر الدین صاحب نے مذکورہ اخبار کا تراشہ مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیج دیا اور ساتھ ہی جناب شاہ نعمت اللہ ولی کی کلیات صفحہ ۳۵ کے چند اشعار بھی لکھ کر روانہ کر دیئے اور اعلیٰحضرت سے درخواست کی کہ اس ناقص پیش گوئی کا رد فرما کر لوگوں کی پریشانی کا سدِ باب کیجیئے۔ مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے اس تراشے کا ترجمہ کرایا اور اس کے رد میں ایک بسیط و مدلل جواب لکھا اور اس کو "معینِ مبین بہر دورِ شمس و سکونِ زمین" ۱۳۳۸ھ کے نام سے شائع کرایا اس میں سے کچھ عبارات پیش کی جاتی ہیں:۔

(الف)

"یہ کلام "اسلامی" اصول پر تھا اب کچھ "عقلی" بھی لیجئے۔ یہ کہنا کہ دو ہزار برس سے ایسا اجتماع نہ دیکھا گیا بلکہ جب سے کواکب کی تاریخ شروع ہوئی ہے نہ جانا گیا۔ محض جزاف ہے۔ مدعی اس پر دلیل رکھتا ہے تو پیش کرے ورنہ روزِ اول کو الگ رکھ کر دو ہزار برس کے تمام زیجات بالاستیعاب اس نے مطالعہ کیئے اور ایسا اجتماع نہ پایا۔ یہ بھی یقیناً نہیں۔ تو دعویٰ بے دلیل باطل و ذلیل۔ اور یورنیس و نیپچون تو اب ظاہر ہوئے اگلے

زیجات میں اُن کا پتہ کہاں ہے مگر یہ اوساط موجودہ سے بطریق تفریق ان کے ہزاروں سال کے اوساط نکالے ہوں یہ بھی ظاہر النفی ہے اور دعوی محض ادعا. کیا سب کواکب نے آپس میں صلح کر کے آزار آفتاب پر ایکا کر لیا ہے. یہ محض باطل ہے بلکہ مسئلہ جاذبیت اگر صحیح ہے تو اس کا اثر سب پر ہے اور قریب تر پر قوی تر اور ضعیف تر پر شدید تر اور ۱ار کو اوساطِ کواکب کا نقشہ یہ ہے اور ظاہر ہے کہ آفتاب ان سب سے ہزار درجے بڑا ہے جب اتنے بڑے پر ۲، کی کھینچ تان اُس کا منہ زخمی کرنے میں کامیاب ہوگی تو زحل کہ اس سے نہایت صغیر و حقیر ہے پانچ کی کشاکش اور ادھر سے یورینس کی مارا مار یقیناً اُسے فنا کر دینے کو کافی ہوگی اور اُس کے اعتبار سے ان کا فاصلہ بھی اور تنگ .صرف ۲۵، درجے ہے .مریخ زحل سے بھی بہت چھوٹا ہے اور اس کے لحاظ سے فاصلہ بھی کم. فقط ساڑھے چوبیس درجے. تو یہ پانچ ہی مل کر اُسے پاش پاش کر دیں گے۔"

(ب)

کتاب میں آخری عبارت پیش کرتے ہیں. ملاحظہ ہو :-

"بالفرض یہ سب کچھ سہی. پھر آفتاب کے داغوں کو زمین کے زلزلوں، طوفانوں، بجلیوں، بارشوں سے کیا نسبت ہے؟ کیا یہ احکام منجموں کے لیئے بے سر و پا خیالات کے مثل نہیں کہ فلاں گرہ یا جوگ یا نچھتر کے اثر سے دنیا میں

یہ حادثات ہوئے جس کو تم بھی خرافات سمجھتے ہو اور واقعی سے خرافات ہیں۔ پھر آفتاب کیا امریکہ کی پیدائش یا وہیں کا ساکن ہے کہ اس کی مصیبت خاص ممالکِ متحدہ کا صفایا کر دے گی۔ کلُ زمین سے اس کا تعلق کیوں نہ ہوا؟ بیانِ منجم پر اور مواخذات بھی ہیں مگر ۱۷ دسمبر کے لیئے ۱۷ ہی پر اکتفا کریں۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔"

(۳۴)

الیاقوتۃ الواسطۃ
قلب عقد الرّابطۃ

۱۳۰۹ھ

یہ رسالہ تصوّرِ شیخ کی مجبّت سے متعلق ہے۔

"خدارا! ذرا ہٹ دھرمی کی نہیں سہی خدا لگتی کہو تو نہ صرف اشغال بلکہ تمام بحث تعریفِ بدعت کا یہیں خاتمہ ہو گیا اب کیا ہوئے وہ قرونِ ثلثہ کی تخصیص پر جبروتی اصرار ــــــ اب کدھر گئی وہ بات بات پر من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد اور کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار کی تکرار۔ امام وہابیت کیشاں اور اُن کے حضرات ایشاں تیرھویں صدی میں بیٹھے خاص امرِ اعظم دین و دجوہ و تقربِ ربُّ العالمین میں نئی نئی باتیں گھڑ رہے ہیں جن کا خود اُن کے اقرار سے تین قرن کیا معنی؟؟

یعنی تین تین چھ اور چھ اور چھ بارہ قرن تک نام و نشان نہیں۔ لیکن نہ وہ بدعتی ٹھہرتے ہیں اور نہ ہی اُن کے اصل ایمان میں خلل آتا ہے ——— نہ اُن کے لیئے اصحاب البدع کلاب اہل النار پڑھا جاتا ہے۔ نہ یہ باتیں ہر ضلالۃ و فی النار ہوتی ہیں۔"

(۳۵)

مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ کی ایک مایہ ناز تصنیف جس کا نام ہے "صلاۃ الصفاء فی نور المصطفیٰ" اس میں مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے احادیث کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور سے اور اُن کے نور سے باقی مخلوقات۔ اس میں سے ایک عبارت نقل کی جاتی ہے۔

الف

"بکر نے جو کہا کہ وہ دفعِ خیال ضلال عمرو کے لیئے کافی ہے شمع سے شمع روشن ہو جاتی ہے۔ بے اس کے کہ اُس شمع سے کوئی حصہ جُدا ہو کر یہ شمع بنے۔ اس سے بہتر آفتاب اور دھوپ کی مثال ہے کہ نورِ شمس نے جس پر تجلی کی وہ روشن ہو گیا اور ذاتِ شمس سے کچھ جُدا نہ ہوا۔ مگر ٹھیک مثال کی وہاں مجال نہیں۔ جو کہا جائے گا ہزار در ہزار وجوہ پر ناقص و ناتمام ہو گا۔ بلاشبہ طریقِ اسلم قولِ خالد ہے اور وہی مذہب آئمہ سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہے۔"

کسی نے مسئلہ دریافت کیا کہ آیا تمام مخلوقات انسان کا یہ حال ہے کہ غلاظت آلودہ پیدا ہوتے ہیں مگر خدائے تعالےٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب باتوں سے محفوظ رکھا اور تمام مخلوقات پر اُن کو بزرگی عطا فرمائی۔ اس کے جواب میں مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے جو کچھ لکھا اُس میں سے ایک ٹکڑا یہاں درج کیا جاتا ہے۔

(ب)

"نجاست سے آلودہ پیدا ہونے میں سب مخلوق شریک نہیں۔ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پاک و منزّہ پیدا ہوئے۔ بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت حسنین رضی اللہ عنہما بھی صاف ستھرے پیدا ہوئے۔ نور کے معنی فضل کے نہیں، مثال سمجھانے کو ہوتی ہے: ہر طرح برابری بتانے کو۔ قرآنِ کریم میں نورِ الٰہی کی مثال دی کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ۔ کہاں چراغ اور قندیل اور کہاں نورِ ربِ جلیل۔ یہ مثال وہابیہ کے اس اعتراض کے دفع کو تھی کہ نورِ الٰہی سے نورِ نبوی پیدا ہوا تو نورِ الٰہی کا ٹکڑا جُدا ہونا لازم آیا۔ اُسے بتایا گیا کہ چراغ سے چراغ روشن ہوتے ہیں اس کا ٹکڑا کٹ کر اُس میں نہیں آجاتا۔ جب یہ فانی نور اپنے نور سے دوسرا نور روشن کر دیتا ہے تو اُس نور کا کیا کہنا کہ نور سے نور پیدا ہونے کو نام و روشنی میں مساوات بھی ضرور نہیں چاند کا نور آفتاب کی ضیاء سے ہے۔ پھر کہاں وہ اور کہاں یہ۔ علمِ ہیئات میں بتایا گیا ہے کہ چودھویں رات کے کامل چاند

کے برابر نوّے ہزار چاند ہوں تو روشنئ آفتاب تک پہنچیں گے۔"

نور کے مسئلہ پر کیا خوب فرمایا۔ ملاحظہ کیجئے۔ اور بیان وزبان اور ادائیگی پر قربان جایئے۔ فرماتے ہیں۔

"نور عرفِ عامہ میں ایک کیفیت ہے کہ نگاہ پہلے اُسے ادراک کرتی ہے اور اِس کے واسطے سے دیگر اشیائے دیدنی کو اور حق یہ کہ نور اس سے اجلی ہے کہ اُس کی تعریف کی جائے یہ جو بیان ہوا تعریف الجلی بالخفی ہے۔"

(ج)

"علیٰ! عین ذاتِ الٰہی سے پیدا ہونے کے یہ معنی نہیں کہ معاذاللہ ذاتِ الٰہی ذاتِ رسالت کے لیئے مادہ ہے جیسے انسان مٹی سے پیدا ہوا۔ یا عیاذاباللہ ذاتِ الٰہی کا کوئی حصہ یا کل ذاتِ نبی ہو گیا۔ اللہ عزوجل حصے اور ٹکڑے اور کسی کیساتھ متحد ہوجانے یا کسی شے میں حلول فرمانے سے پاک و منزّہ ہے۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی شے کو جزءِ ذاتِ الٰہی، خواہ کسی مخلوق کو نفسِ ذاتِ الٰہی ماننا کفر ہے۔ اس تخلیق کے اصل معنی تو اللہ ورسول جانیں۔ عالم میں تو ذاتِ رسول کو کوئی پہچانتا نہیں۔"

(د)

"بہ غرضِ توضیح ایک کمالِ ناقص مثال یوں خیال کیجئے کہ آفتاب نے ایک عظیم وجمیل وجلیل آئینے پر تجلی کی۔

آئینہ چمک اٹھا اور اُس کے نور سے اور آئینے اور پانیوں کے چشمے اور ہوائیں اور سائے روشن ہوئے۔ آئینوں اور چشموں میں صرف ظہور نہیں بلکہ اپنی اپنی استعداد کے لائق شعاع بھی پیدا ہوئی کہ اور چیز کو روشن کر سکے۔ کچھ دیواروں پر دھوپ پڑی۔ یہ کیفیت نور سے متکیّف ہیں۔ اگرچہ اور کو روشن نہ کریں جن تک دھوپ بھی نہ پہنچی۔ وہ ہوائے متوسط ظاہر کیں جیسے دن میں مسقّف دالان کی اندرونی دیواریں وغیرہا واسطہ در واسطہ کہ کیفیت نور سے بہرہ نہ پایا۔ پہلا آئینہ خود ذاتِ آفتاب سے بلا واسطہ روشن ہے اور باقی آئینے، چشمے اس کے واسطے سے اور دیواریں وغیرہا واسطہ در واسطہ۔ پھر جس طرح وہ نور کہ آئینہ اوّل پر پڑا، بعینہٖ آفتاب کا نور ہے۔ بغیر اس کے کہ آفتاب خود یا اُس کا کوئی حصّہ آئینہ ہو گیا ہو۔ یوں ہی باقی آئینے اور چشمے کہ اس آئینے سے روشن ہوئے اور دیوار وغیرہ اشیاء جن پر ان کی دھوپ پڑی یا صرف ظاہر ہوئیں۔ ان سب پر ہی یقیناً آفتاب کا ہی نور اور اُسی کا ظہور ہے۔ آئینے اور چشمے فقط واسطۂ وصول ہیں۔ اُن کی حدِ ذات میں دیکھو تو یہ خود نور تو نور ظہور سے بھی حصّہ نہیں۔

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتوِ آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

یہ نظیر محض ایک طرح کی تقریبِ فہم کے لیئے ہے۔ جس طرح

ارشاد ہوا مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ورنہ کہاں چراغ اور کہاں وہ نورِ حقیقی۔ توضیح صرف ان دو باتوں کی منظور ہے۔ ایک یہ دیکھو آفتاب سے تمام اشیاء منور ہوئیں۔ بے اس کے کہ آفتاب خود آئینہ ہو گیا یا اس میں سے کچھ جدا ہو کر آئینہ بنا۔ دوسرے یہ ایک آئینہ نفسِ ذاتِ آفتاب سے بلا واسطہ روشن ہے۔ باقی بوسائط۔ ورنہ حاشا کہاں مثال اور کہاں وہ بارگاہِ جلال۔ باقی اشیاء کے مثال میں بالواسطہ منور ہائیں آفتاب حجاب میں ہے اور اللہ عزوجل احتیاج سے پاک بغرض کسی بات میں نہ تطبیق مراد نہ ہرگز ممکن۔ حتیٰ کہ نفسِ وساطت بھی یکساں نہیں۔ کَمَا لَا یَخْفٰی وَقَدْ اَشَرْنَا اِلَیْہِ۔

(س)

"نورِ احدی تو۔ نورِ احمدی پر بھی آفتاب کی یہ مثال چراغ سے احسن واکمل ہے۔ ایک چراغ سے بھی اگرچہ ہزار چراغ روشن ہو سکتے ہیں۔ بے اس کے کہ ان چراغوں میں اس کا کوئی حصہ آئے۔ دوسرے چراغ حصولِ نور میں اسی چراغ کے محتاج ہوئے۔ بقا میں اس سے مستغنی ہیں۔ اگر انہیں روشن کر کے پہلے چراغ کو ٹھنڈا کر دیجئے اُن کی روشنی میں فرق نہ آئے گا نہ روشن ہونے کے بعد ان کو اس سے کوئی مدد پہنچ رہی ہے۔ معہٰذا کسب نور کے بعد اُن میں اور اُس چراغِ اول میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ سب یکساں معلوم ہوتے ہیں۔ بخلاف نورِ محمدی صلی اللہ تعالےٰ نے

علیہ وسلم کہ عالم جس طرح اپنی ابتداء ئے وجود میں اس کا
محتاج تھا کہ وہ نہ ہوتا تو کچھ نہ بنتا۔ یونہی ہر شے اپنی بقاء
میں اس کی دستِ نگر ہے۔ آج اُس کا قدم درمیان سے
نکال تو عالم دفعتہً فنائے محض ہو جائے۔ ے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں جہان کی، جان ہے تو جہان ہے"

(ص)

"یہاں دو اضافتیں ہیں۔ نورِ نبی، نورِ خدا۔ اور مشہور کے نزدیک اضافت میں مغائرت شرط ہے۔ تو نورِ نبی غیرِ نبی ہوا اور نورِ خدا غیرِ خدا۔ اور غیرِ خدا جو کچھ ہے مخلوق ہے تو نورِ خدا مخلوق ہوا اور اُس نور سے نورِ نبی بنا تو ضرور نورِ خدا نورِ نبی سے پہلے مخلوق تھا۔ اور نورِ نبی باقی سب اشیاء سے پہلے بنا اور اشیاء میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں تو نورِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو نور مخلوق ہوئے یہ محض باطل ہے۔"

(۳۶)

مولانا احمد رضا خان قدس سرہٗ کی ایک تصنیفِ لطیف "نفی الفیئ عمن انار بنورہ کل شیئ" ہے جس میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونے پر آپ نے بڑی مدلل بحث کی ہے۔ اس کتاب میں سے ایک عبارت پیش کی جاتی ہے

(الف)

"حضور نے فرمایا کہ سب سے زیادہ مجھ کو عزیز اور پیارا جاننے والا ہی مومن ہوسکتا ہے اور آفتاب نیم روز کی طرح روشن کہ آدمی ہمہ تن اپنے محبوب کے نشر فضائل و تکثیر مدائح میں مشغوف رہتا ہے۔ سچی فضیلتوں کو مٹانا اور شام و سحر نفی محاسن کی فکر میں رہنا دشمن کا کام ہے نہ کہ دوست اور محب کا۔ جانِ برادر کبھی تم نے سُنا ہے کہ تیرا محبوب تجھ کو منانے کی فکر میں ہے اور پھر محبوب بھی کیا۔ جانِ ایمان و کانِ احسان۔ جسے اس کے مالک نے تمام جہان کے لیئے رحمت بنا کر بھیجا اور اُس نے تمام عالم کا بارِ تنِ نازک پر اٹھالیا۔ تمہارے غم میں دن کا کھانا اور رات کا سونا ترک کر دیا۔ تم رات دن لہو و لعب اور اُس کی نافرمانیوں میں مشغول اور وہ شب و روز تمہاری بخشش کے لیئے گریاں و ملول۔ جب وہ جانِ رحمت و کانِ رافت پیدا ہوا، دربارِ الٰہی میں سجدہ کیا اور رَبِّ ھَبْ لِی اُمَّتِی فرمایا۔ اور جب قبر شریف میں آتارا تو لبِ جاں بخش کو جنبش دی، بعض صحابہ نے کان لگا کر سنا تو آہستہ آہستہ اُمَّتِی اُمَّتِی فرماتے تھے۔"

(ب)

"وائے بے انصافی! ایسے غم خوار پیارے کے نام پر جان صد نثار اور اس کی مدح و ستائش پر نشر فضائل سے

آنکھوں کو روشنی اور دل کو ٹھنڈک دینا واجب ہے، یا یہ کہ حق الوسع روشن چاند پر خاک ڈالے اور بے سبب اُن کی سچی اور روشن خوبیوں میں خواہ مخواہ انکار نکالے۔ اے عزیز! چشمِ خورد بین میں سرمۂ انصاف لگا اور گوشِ قبول سے پنبۂ اعتساف نکال پھر یہ تمام اہلِ اسلام بلکہ ہر مذہب و ملّت کے عقلاء اور دانشمندوں سے پوچھنا۔ پھر اگر ایک منصفِ ذی عقل بھی تجھ سے کہہ دے کہ نشرِ محاسن و تکثیرِ مدائح نہ دوستی کا مقتضا نہ ردِّ فضائل و نفیٔ کمالات غلامی کے خلاف۔ تو تجھے اختیار ہے۔ ورنہ خدا و رسول سے شرما اور اِس بے جا حرکت سے باز آ۔ یقین جان کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں تیرے مٹانے سے ہرگز نہ مٹیں گی۔"

(۳۷)

مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ کی ایک کتاب "وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح" تصنیفِ لطیف ۱۳۱۲ھ ہے جس میں آپ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ نماز میں بسم اللہ شریف با آواز بلند پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۳۹ پر ایک عبارت ہے جس کو یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

(الف)

"یہ آپ فتوے لکھ رہے ہیں یا کوئی اپنی خانگی پنچایت۔ قاری صاحب کا فرمان حدیث ہے یا آیت یا فقہی روایت۔ کون سی شرعی حجّت۔ ثبوت تو دیکھیے کہ مذہب حنفی تمام سورتیں جزئیت

بسامل تھا۔ بلکہ پہلے اس سے چلیئے کہ امام حفص کو منصب اجتہاد حاصل تھا۔ مسئلہ اجتہادیہ ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اپنے فتوے میں ذکر فرمان پانی پت تک جو کچھ لکھا سب پر پانی پھیر دیئے۔ اور اگر ہاں تو آپ اجتہادیات میں امام اعظم ملت امام ائمہ امت کے مقلد ہیں یا مجتہد العصر پانی پت کے۔ یا تابع ہو تقلید امام کو آگ دکھانا۔ پانی پت کی خاک پر دھونی رمانا کس نے مانا اور یوں بھی سہی تو آپ کو اپنی ذات کا اختیار مسلم۔ حنفیہ کو ان کے خلاف امام فتویٰ بتانا کیسا ستم۔ افسوس کہ آپ نے اول تو تقلید شخصی کو ایسا چھوڑا کہ سب مذہب بجا۔ سب پر عمل روا۔ آخر میں پکڑا تو ایسا پکڑا کہ امام کا اتباع متروک و مہجور۔ اور تقلید پانی پت کی پت رکھنی ضرور۔ اس شتر گربگی کی کیا سند؟"

(۳۸)

مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے حج و زیارت و عمرہ کی ترکیب کامل، حاجیوں، زائروں کے نافع مسائل سلیس اردو میں نفیس رسالہ کی صورت میں تحریر فرمائے۔ "النیرۃ الوضیہ شرح الجواہرۃ المفیہ" کتاب کے شروع میں فرماتے ہیں۔

"بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ جب توفیق و عنایت الٰہی و اعانت حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام الخیر المتناہی نے دستگیری فرمائی اور ۱۲۹۵ھ میں فقیر سراپا تقصیر

عبد المصطفےٰ احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی غفر اللہ لہٗ

ماجنا کو بہمراہی رکاب، سعادتِ انتساب ــــــــــ

نعمتِ حاضری بلدۂ عظمیٰ مکۂ مکرمہ ہاتھ آئی"۔

(الف)

"حسنِ اتفاق سے ایک روز جناب مولانا سیدی

حسین بن صالح جمل اللیل علوی فاطمی قادری مکیؒ، امام و

خطیب شافعیہ سے مقامِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے

قریب کہ فقیر رکعاتِ طواف اور وہ جناب امامتِ

نمازِ مغرب سے فارغ ہوئے تھے۔ ملازمت حاصل ہوئی۔

سبحان اللہ عجب بزرگ خوش اوقات دبابرکات ہیں

اکثر عرب وجاوہ وداغستان وغیرہا بلاد نزدیک و دور کے

ہزاروں آدمی اُن کے بلکہ اُن کے مریدوں کے مرید ــــــــ

اور شرفِ بیعت و سلسلۂ تلمذ سے مستفید ہیں۔ اوّل

نیاز میں حد سے زائد لطف فرمایا۔ فقیر کا ہاتھ اپنے دستِ

مبارک میں لیئے دولت خانہ تک کہ نزدیک بابِ صفا

واقع ہے، لے گئے۔ اور تا قیام مکۂ معظمہ حاضری کا

تقاضا فرمایا۔ فقیر حسبِ وعدہ حاضر ہوا۔ مسائل حج میں

ایک ارجوزہ اپنا مسمّٰی بالجوہرۃ المفیدہ فقیر کو سُنایا۔

پھر فرمایا اکثر اہلِ ہند اس سے مستفیض نہیں ہو سکتے۔

ایک تو زبان عربی، دوسرے مذہب شافعی۔ اور ہندی

اکثر حنفی۔ میں چاہتا ہوں تو اس کی بزبانِ اردو تشریح اور

اُس میں مذاہبِ حنفیہ کی توضیح کردے۔ فقیر نے باعثِ اجر جزیل وثوابِ جمیل سمجھ کر قبول کیا۔"

(ب)

اسی میں آخر میں فرماتے ہیں۔

"قولِ تکفیر کی نفیس تقریر عمدہ توجیہ مع جواب وجیہ فقیر غفر اللہ تعالٰے لہٗ نے بتوفیق اللہ تعالٰے اصل فتویٰ میں ذکر کی یہاں اسیقدر کافی۔ مولیٰ تعالٰے صدقہ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا اُن کی سچی محبت اور سچّا ادب بخشے اور انہیں کی محبت وتعظیم وادب وتکریم پر دنیا سے اٹھائے۔ اور اپنے کرمِ عمیم وفضلِ عظیم سے دنیا وآخرت میں ان کی زیارت سے مشرف وبہرہ مند فرمائے۔ آمین۔ آمین یا ارحم الراحمین۔ وصلی اللہ تعالٰے علیٰ سید المرسلین۔ محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔ آمین۔ واللہ تعالٰے اعلم وعلمہٗ جلمجدہ اتم واحکم۔"

(۳۹)

مولانا احمد رضا خان قدس سرہٗ کی ایک کتاب "مزارات پر عورتوں کی حاضری" جس کا نام تاریخی ہے (۱۳۳۹ھ) جمل النور فی نھی النسآء عن زیارۃ القبور مولوی حکیم عبدالرحیم مدرسِ اوّل مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات محلہ جمال پور ۲۸ صفر ۳۹ھ نے فتویٰ پوچھا جس میں بحر الرائق وتصیح المسائل مولانا فضل رسول

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے عورتوں کے لیئے زیارتِ قبور کو جانے کی اجازت پر زور دیا گیا تھا۔ اس کا جواب مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے دیا اُس کے شروع کی عبارت پیشِ خدمت ہے۔

(الف)

"آپ کی دو رجسٹریاں آئیں۔ تین مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ اچھی نہیں تھی۔ میری رائے اس مسئلہ میں خلاف پر ہے۔ مدت ہوئی اِس بارے میں میرا فتویٰ تحفۂ حنفیہ میں چھپ چکا۔ میں اس رخصت کو جو بحرالرائق میں لکھی ہے مان کر نظر بحالاتِ النساء سوائے حاضری روضۂ انور کہ واجب یا قریب بواجب ہے۔ مزاراتِ اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباعِ غنیہ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا خصوصاً اِس طوفانِ بدتمیزی رقص و مزامیر و سرود میں جو آج کل جہّال نے اعراسِ طیبہ میں برپا کر رکھا ہے۔ اس کی شرکت تو میں عوامِ رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا کہ وہ جن کو انجشہ رضی اللہ عنہ کی حدی خوانی بالحانِ خوش پر عورتوں کے سامنے ممانعت فرما کر انہیں نازک شیشیاں فرمایا۔ والسّلام"

(ب)

"پھر تابعین ہی کے زمانے سے ائمہ نے ممانعت شروع فرما دی۔ پہلے جوان عورتوں کو۔ پھر بڑھیوں کو بھی۔ پہلے دن میں پھر رات کو بھی۔ یہاں تک کہ حکمِ ممانعت عام ہو گیا۔

کیا اُس زمانے کی عورتیں گرے والیوں کی طرح گانے ناچنے والیاں یا فاحشہ دلالہ تھیں۔ اب صالحات ہیں۔ یا جب فاحشات زائد تھیں، اب صالحات زیادہ ہیں؟ یا جب فیوض و برکات نہ تھے اب ہیں؟ یا جب کم تھے اب زائد ہیں؟ حاشا بلکہ قطعاً یقیناً اب معاملہ بالعکس ہے۔ اب اگر ایک صالحہ ہے تو جب ہزار تھیں۔ جب اگر ایک فاسقہ تھی اب ہزار ہیں۔ اب اگر ایک حصہ فیض ہے جب ہزار حصے تھا؛

(۴۰)

مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے بعدِ دفنِ میت قبر پر اذان کہنے کے جواز میں ایک فتویٰ مسمے بہ "ایذان الاجر فی اذانِ القبر" تحریر فرمایا اسی میں سے ایک عبارت پیش کی جاتی ہے۔

(الف)

"بعض علمائے دین نے میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا۔ امام ابنِ حجر مکی و علامہ خیر الملۃ والدین رملی استاذ صاحب درمختار علیہم رحمۃ الغفار نے اُن کا یہ قول نقل کیا.......... حق یہ ہے کہ اذانِ مذکور فی السوال کا جواز یقینی ہے ہرگز شرعِ مطہر سے اُس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں اور جس امر سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہو سکتا۔ قائلانِ جواز کے لیئے اسی قدر

کافی۔ جو مدعی ممانعت ہو دلائلِ شرعیہ سے اپنا دعویٰ ثابت کرے پھر بھی مقامِ تبرع میں آکر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ بدلائلِ کثیرہ اس کی اصل شرح مطہر سے نکال سکتا ہے۔ جنہیں بقانونِ مناظرہ اسا بند سوال تصور کیجیے۔"

(۴۱)

مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ کا ایک فتویٰ "صلاۃ خوانی بعد اذان" میں سے یہ عبارت ملاحظہ ہو۔ ایک ایک لفظ سے عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جھلک رہا ہے۔ زبان و بیان کی چاشنی قلوب کو منور و تاباں کرتی ہے۔

(الف)

"حضور پُرنور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ اقدس ہر وقت ہر آن ــــــ مسلمانوں کا ایمان ــــــ ایمان کی جان ــــــ جان کا چین ــــــ چین کا سامان ہے تو معلوم ہوا کہ تکثیرِ ذکرِ شریف حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حق تبارک و تعالیٰ کو محبوب اور معاذ اللہ اُن کے ذکر کی کمی اُن کے دشمنوں کی تمنا ــــــ سو قسم اُن کی جس نے اُن کے ذکر کو ابد الآباد تک رفعت بخشی کہ خدا ہی کا چاہا ہوگا ــــــ اور اُن کے دشمنوں کی تمنا کبھی نہ بر آئیگی کروروں اسی امید میں زمین کا پیوند ہوگئے کہ کسی طرح اُن کی یاد میں کمی واقع ہو مگر وہ خود ہی خاک میں ملتے گئے اور اُن کا ذکر تو قیامت تک بلند ہے جس سے ہفت

آسمان و زمین گونج رہے ہیں۔"

(۴۲)

مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے تصورِ شیخ اور اثباتِ شغلِ برزخ پر ایک رسالہ تصنیف فرمایا جس کا تاریخی نام "ایا قوۃ الواسطہ قلب عقد الرابطہ" ۱۳۰۹ھ ہے رسالہ کے بالکل آخر میں جو عبارت درج ہے پیش کی جاتی ہے۔

(الف)

"اب ملاحظہ ہو کہ یہیں اسی بحث میں شاہ ولی اللہ صاحب کو نہ بڑا حکیم بلکہ سید الحکماء کہا۔ حیث قال "ایں صدیقیت را جناب سید الحکماء، سید العلماء اعنی الشیخ ولی اللہ بقرب الوجود تعبیر میفرمایند"۔ اب کیا شک رہا کہ ان کے ایمان پر شاہ صاحب بھی (استغفر اللہ) انہیں چھوٹے رسولوں بوڑھے معصوموں میں ہیں اور ان کے علوم بھی وحی نہانی سے اُن پر اُترے اور اُن کی سُن چکے کہ وہ انتباہ وغیرہ میں مثالی برزخ کی کیسی کیسی تجویز و تحسین و تلقین کرتے ہیں پھر اس کا انکار نہ ہو گا مگر اپنے ساختہ پیغمبر کا رد کر کے اپنے طور پر کافر ہو جانا غایت یہ کہ ظاہری پیغمبر کا منکر کھلا کافر اور نہانی کا ڈھکا کافر"۔

(۴۳)

رسالہ "الرضا" ماہ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ نمبر ۲ جلد دوم میں حضرت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ کی ایک تقریر چھپی ہے جس میں سے یہ تراشہ پیش کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(الف)

"ظہور کسی شے کا جب ایک ترقی محدود تک ہوتا ہے وہ شے نظر آتی ہے اور جب حد سے زیادہ ہو جاتا ہے تو وہ نظر نہیں آتی۔ آفتاب جب افق سے نکلتا ہے سرخی مائل کچھ بخارات و غبارات میں ہوتا ہے۔ ہر شخص کی نگاہ اس پر جمتی ہے۔ جب ٹھیک نصف النہار پر پہنچتا ہے غایت ظہور سے باطن ہو جاتا ہے اب نگاہیں اس پر نہیں ٹھہر سکتیں۔ خیرہ ہو کر واپس آتی ہیں۔ غایت ظہور پر پہنچا جس کی وجہ سے غایت بطون میں ہو گیا۔ آفتاب کہ نام ہے اُن کی گلی کے ایک ذرّہ کا۔ وہ آفتاب حقیقت کہ رب العزّت نے اپنی ذات سے اس کو آئینہ کاملہ بنایا ہے اور اس میں مع ذات و صفات کے تجلی فرمائی ہے۔ حقیقت اس ذات کی کون پہچان سکتا ہے۔ وہ غایت ظہور سے غایت بطون میں ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم"

(۴۴)

مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے "مناد" کے مخرج کی دافع تحقیق

کے متعلق ایک رسالہ " المجام الصادعن سنن الضاد" تحریر فرمایا ۱۳۱۶ھ یہ تراشی اسی میں سے لیا گیا ہے۔

(الف)

"مگر علمائے وہابیہ کو کہاں تاب کہ عجز و جہل کے طعنے سہیں۔ دقتوں دشواریوں کی کشاکش میں رہیں۔ وہاں تو مذہب کی بنا ہی آرام پروری پر ہے۔ تراویح کی آٹھ۔ وتر کی ایک [illegible] سے انہیں اوروں کے قول مل گئے ورنہ اصل مقصد وہی آرام نفس۔ جاڑا لگتا ہو تیمم کرلو۔ جماع میں انزال نہ ہوا غسل نہ کرو۔ شہر کے باہر ہوا کھانے نکلو نماز قصر پڑھو اموال تجارت پر زکوٰۃ نہ دو۔ دن نکلتے ہی نماز جمعہ پڑھ لو جلتی دھوپ کی آفت کیوں سہو۔ سال دو سال شوہر کی خبر نہ آئے عورت کا نکاح کردو۔ تین طلاقیں معاً دین بے حلالہ حلال سمجھو۔ چھ چیزوں کے سوا سب میں سود کھانا روا۔ آدمی اور کتے کا غلیظ وغیرہ چھ چیزیں ناپاک۔ باقی خون، پیپ مردار، شراب سب طاہر و بے باک۔ غیر مقلد مونچھوں پر شراب، داڑھی پر کتے کا پیشاب، ماتھے پر پیپ۔ گالوں پر مرغی کی بیٹ مل کر نماز پڑھے قبولِ سرکار ہے۔ ادب دربار ہے۔ کہ ہر طرف طہارتوں کا انبار ہے۔"

(ب)

"رفع ضرورت کو زنا سے خود اپنی بیٹی۔ رضاعی بھتیجی، سوتیلی خالہ سب حلال۔ بلکہ سگی پھوپھی کے لیے بھی یہی خیال۔ پھر

پھوپھی بھتیجی کو جمع کر لینا کیا محال۔ انتہائے آرام طلبی یہ کہ وضو میں سر سے عمامہ اٹھانا دشوار۔ اوپر ہی سے مسح کر لو۔"

(ج)

"یہاں ایک غیر مقلد صاحب کہا کرتے! حاجو تہجد میں تم نے آپ دشواریاں نکالی ہیں۔ ہماری تو جاڑے میں جب آنکھ کھلتی تکیے پر ہاتھ مار کر منہ پر پھیر لیتے اور چارپائی پر بیٹھے بیٹھے دو رکعتیں پڑھیں اور لحاف میں دبک رہے۔"

(۴۵)

مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ کا ایک رسالہ (۱۳۰۵ھ) بنام "النہی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید" اس رسالے میں غیر مقلدوں کی اچھی طرح خبر لی گئی ہے۔ اس میں سے ایک تراشہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

(الف)

"یا معشر المسلمین یہ فرقہ غیر مقلدین کہ تقلیدِ آئمہ دین کے دشمن ـــــــ اور بے چارے عوام اہلِ اسلام کے رہزن ہیں۔ مذاہب اربعہ کو چوراہا بتائیں ـــــــ آئمہ ہدیٰ کو احبار و رہبان ٹھہرائیں ـــــــ سچے مسلمانوں کو کافر و مشرک بتائیں۔ قرآن و حدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشادات ائمہ کو جانچنا، پرکھنا ہر عامی جاہل کا کام کہیں۔ بے راہ چل کر، بیگاد مچل کر حرام خدا کو حلال کر دیں ـــــــ حلال خدا کو حرام کہیں۔ اُن کا بدعتی، بدمذہب، گمراہ، بے ادب۔

ضال مضل غوی مبطل ہونا نہایت جلی و اظہر بلکہ عندالانصاف یہ طائفہ تالفہ بہت فرق اہلِ بدعت سے شر و اضر و اشنع و افجر۔ کما لا یخفیٰ علیٰ ذی بصر"

اسی رسالے میں ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

(ب)

"واقعی یہ لوگ اُن پرانے خوارج کے ٹھیک ٹھیک بقیّہ و یادگار ہیں۔ وہی مثلے، وہی دعوے، وہی انداز، وہی وتیرے خارجیوں کا داب تھا۔ اپنا ظاہر اسقدر متشرع بناتے کہ عوام مسلمین انہیں نہایت پابندِ شرع جانتے۔ پھر بات بات پر عمل بالقرآن کا دعویٰ عجب دامِ درسبزہ تھا۔ اور مسلک وہی کہ ہم ہی مسلمان ہیں باقی سب مشرک۔ یہی رنگ ان حضرات کے ہیں۔ آپ موحد اور سب مشرکین۔ آپ محمدی اور سب بد دین۔ آپ عامل بالقرآن و حدیث اور سب چنین و چناں بزعم خبیث پھر اُن کے اکثر مکلین ظاہری پابندیٔ شرع میں بھی خوارج سے کیا کم ہیں۔ اہلسنت کان کھول کر سُن لیں کہ دھوکے کی ٹٹی میں شکار نہ ہو جائیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا۔ "تم اپنی نماز اُن کی نماز کے آگے حقیر جانوگے اور اپنے روزے اُن کے روزوں کے سامنے اور اپنے اعمال اُن کے اعمال کے مقابل"۔ باایں ہمہ ارشاد فرمایا۔ "اُن اعمال پر اُن کا یہ حال ہوگا کہ قرآن پڑھیں گے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا۔ دین سے نکل جائیں

گے جیسے تیر شکار سے "

(ج)

"یہ سب باتیں بھی حرف بحرف اس طائفہ جدیدہ پر منطبق۔ اوّل تو انہیں نکلے ایسے کئے دن ہوئے تاہم جب سے سر اُبھارا سارا غصہ مسلمانوں پر اتارا ـــــــ ہمیشہ مسلمانوں کو مشرک کہا۔ مسلمانوں ہی کے قتل و غارت کا حوصلہ رہا۔ آخر کچھ دنوں شوکت بھی پائی ـــــــ فوج و جمعیت بھی ہاتھ آئی۔ پھر کون سا ملک کافروں سے لیا ـــــــ کون سا حملہ مشرکوں پر کیا۔ ہاں خدا و مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے شہروں کو دار الحرب بنایا ـــــــ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ماننے والوں کا خون بہایا۔ آدمی کو جب قوت ملتی ہے ـــــــ دل کی دبی بھڑک کر جلتی ہے۔ جن سے غیظ تھا انہیں پر ٹوٹے ـــــــ خدا و مصطفٰے کے شہر لوٹے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب وہاں اُن کا ستارہ شکرِ سلطانی نے گرفتار بیت الوبال کیا۔ ان آزاد بلاد نے جہاں نہ کوئی پُرسانِ سنّت نہ خبر گیرانِ ملّت انہیں جلک علی غاربک کہہ کر لیا۔ قدموں کی برکت کہاں جائے ـــــــ جب نجد اُجاڑ کر ہند میں آئے یہاں اُن کے دم سے جو فتنہ و فساد پھیلے باہم مسلمانوں میں نفاق و شقاق کے چشمے اُبلے ظاہر و عیاں ہیں ـــــــ کس پر نہاں ہیں۔ خصوصاً اُن شہروں کی تو پوری شامت ـــــــ جن میں اُن کے عمائد کی کثرت۔ کچھ دینِ قدیم پر ٹھیکرہ

رہے ہیں۔ ــــــ کچھ بگڑ گئے کچھ بگڑ رہے ہیں۔ باپ سُنّی ذرّیت وہابی ــــــ شوہر سُنّی عورت وہابی۔ گھر گھر فتنے آئے۔ ــــــ غرض کہیں خوارج کی ہم سنگی ــــــ کہیں روافض سے ہمرنگی۔"

(د)

"اللہ تعالیٰ نے یہ دین پر استقلال ــــــ اور کلمۂ طیبہ کا ادب واجلال بمنہ وکرمہ ہم اہلسنت ہی کو عطا فرمایا ہے کہ بدمذہبانِ گمراہ ہماری تکفیر کریں ــــــ ہم پاسِ کلمہ سے قدم باہر نہ دھریں۔ وہ ہر وقت اِس فکر میں کہ کسی طرح ہم کو مشرک بنائیں ــــــ ہم ہمیشہ اس خیال میں کہ جہاں تک ممکن ہُوا انہیں مسلمان ہی بتائیں۔ جیسے وہ بھوکی اونٹنی جس کے پیچھے ہری بھولیں رہیں اور اُن میں شیر اور آگے صاف میدان پھر آباد شہر۔ وہ بھولوں کی ہریالی پر مہاریں توڑاتی اور پلٹی جاتی ہے کہ خود بھی ہلاک اور سوار کو بھی مہلکے میں ڈالے۔ سوار مہمیزیں کرتا تازیانے لگاتا آگے بڑھاتا ہے کہ آپ بھی نجات پائے اور اُسے بھی بچالے۔"

(س)

"آزما لیجیئے کہ یہ حضرات جس مسئلے میں خلاف کریں گے آرامِ نفس ہی کی طرف گریں گے۔ کبھی وہ مذہب اِن کے نزدیک راجح نہ ہوا۔ ــــــ جس میں ذرا مشقت کا پلّہ جھکا۔ تراویح میں بیس رکعت چھوڑیں تو چھتیس کی طرف نہ گئے جو امام مالک سے مروی، نہ چالیس

پس جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول اور امام اسحٰق بن راہویہ و اہل مدینہ کا مذہب تھا۔ آٹھ پر گر پڑے کہ آرام کا سبب تھا اور اُن کے بعض مسائل کا نمونہ انشاء اللہ تعالٰی عنقریب آتا ہے مسلمانو! جب بیباکی وہ ہے کہ جو چاہا کہہ دیا۔ نہ قرآن سے غرض نہ حدیث سے کام ـــــــ اجماع آئمہ تو کس چیز کا نام ـــــــ اُدھر آرام طلبی کا یہ جوش تام۔ تو کیا عجب کہ بے غسل یا بے وضو نماز جائز کریں خصوصاً جبکہ موسم سرما ہو اور پانی ٹھنڈا۔ آخر یہ پھوپھی، بھتیجی، خالہ کی حلت سے عجیب تر نہ ہوگا۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔

(ص)

رمسکرحا شاللہ! ہم پھر بھی دامنِ احتیاط ہاتھ سے نہ دیں گے اور یہ ہزار ہمیں جو چاہیں کہیں۔ ہم زنہار ان کو کفار نہ کہیں گے ہاں ہاں یوں کہتے ہیں اور خدا اور رسول کے حضور کہیں یہ لوگ آثم ہیں، خاطی ہیں، بدعتی ہیں، ضال ہیں، مضل ہیں، غوی ہیں مبطل ہیں مگر ہیہات کافر نہیں مشرک نہیں۔ اتنے بدراہ نہیں اپنی جان کے دشمن ہیں۔ عدو اللہ نہیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں یعنی لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو کسی گناہ پر کافر نہ کہو جو لا الٰہ الا اللہ کہنے والے کو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے۔"

(۴۶)

احکامِ شریعت مصنفہ مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ مسئلہ ۵۲ میں عورت کو اس مکان میں جہاں محارم وغیر محارم مرد اور عورتیں ہوں جانا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے فتویٰ دیا۔ اس فتوے سے ایک تراشا پیش کیا جاتا ہے۔

(الف)

"خصوصاً جہاں فحوتیات و لطالات وخطبات و جہالات کا جلسہ ہو جیسے سیر، تماشے، باجے تاشے، ندیوں کے پنگھٹ ناؤ چڑھانے کے جمگٹ، ـــــ بے نظیر کے میلے ـــــ پھول والیوں کے جھیلے ـــــ نوچندی کی بلائیں ـــــ مصنوعی کربلائیں، علم تعزیوں کے کاوے ـــــ تخت جریدوں کے دھاوے ـــــ حسین آباد کے جلوے ـــــ عباسی درگاہ کے بلوے۔ ایسے مواقع مردوں کے جانے کے بھی نہیں نہ کہ یہ نازک شیشیاں"

(۴۷)

رسالہ منبہ المنیہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی ایک عظیم تصنیف ہے جس میں آپ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج پر تشریف لے جانے پر مدلل بحث فرمائی ہے۔ یہ تراشہ اسی رسالہ سے لیا گیا ہے۔

(الف)

"عرش تک منتہائے مکان ہے۔ اس سے آگے

لامکان ہے اور جسم نہ ہو گا مگر مکان میں تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جسمِ مبارک سے منتہائے عرش تک تشریف لے گئے اور روحِ اقدس نے وراء الوراء تک ترقی فرمائی جسے اُن کا رب جانے جو لے گیا۔ پھر وہ جانیں جو تشریف لے گئے۔ اسی طرف کلام امام شیخ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں اشارہ عنقریب آتا ہے کہ اُن کا پاؤں سے سیر کا منتہی عرش ہے تو سیرِ قدم عرش پر ختم ہوئی نہ اس لیئے کہ سیرِ اقدس میں معاذ اللہ کوئی کمی رہی بلکہ اس لیئے کہ تمام اماکن کا احاطہ فرمالیا۔ اُوپر کوئی مکان ہی نہیں جسے کہیئے کہ قدم پاک وہاں نہ پہنچا اور سیر قلبِ انور کی انتہا قاب قوسین۔ اگر وسوسہ گزرے کہ عرش سے وراء کیا ہو گا کہ حضورؐ نے اُس سے تجاوز فرمایا۔ تو امام اجل سیّدی علی وفا رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ارشاد سنیئے "مردوہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطے میں ہے افلاک و جنت و نار یہی چیزیں محدود و مقیّد کرلیں، مردوہ ہے جس کی نگاہ اِس تمام عالم کے پار گزر جائے۔ وہاں اسے موجدِ عالم جلّ جلالہٗ کی عظمت کی قدر کھلے گی "

(۴۸)

رسالہ "بدر الانوار" میں سے یہ تراشہ پیش کیا جاتا ہے۔ تعزیہ داری کا کتنا خوبصورت منظر پیش کیا ہے اور جو خرافات اس ضمن میں

ہوتی ہیں اُس کو کیسے عمدہ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

(الف)

"یوں ہی اگر روضۂ شہزادۂ گلگوں قبا حسین شہید ظلم و جفا صلوات اللّٰہ تعالےٰ وسلامہٗ علی جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بنا کر محض بہ نیت تبرک بے آمیزش منکرات شرعیہ مکان میں رکھے تو شرعاً کوئی حرج نہ تھا۔ مگر حاشا تعزیہ ہرگز اُس کی نقل نہیں۔ نقل ہونا درکنار بنانے والوں کو نقل کا قصد بھی نہیں۔ ہر جگہ نئی تراش، نئی گھڑت ـــــ جسے اس اصل سے نہ کچھ علاقہ نہ نسبت۔ پھر کسی میں پریاں، کسی میں بُراق ـــــ کسی میں اور بیہودہ طمطراق۔ پھر کوچہ بہ کوچہ و دشت بہ دشت اشاعتِ غم کے لیئے ان کا گشت اور اُس کے گرد سینہ زنی ماتم سازشی کی شور افگنی، حرام مرثیوں سے نوحہ کنی، عقل و نقل سے کٹی چھنی۔ کوئی ان کھپچیوں کو جُھک جُھک کر سلام کر رہا ہے، کوئی مشغولِ طواف، کوئی سجدے میں گرا ہے۔ کوئی اس مایہ بدعات کو معاذ اللّٰہ جلوہ گاہِ حضرت امام عالیمقام سمجھ کر اس ابرک پنّی سے مرادیں مانگتا ہے، منتیں مانتا ہے، عرضیاں باندھتا، حاجت روا جانتا ہے۔ پھر باقی تماشے، باجے، تاشے، مردوں، عورتوں کا راتوں کو میل ـــــ اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں۔ غرض عشرۂ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں

سے اس شریعتِ پاک تک نہایت بابرکت و محلِ عبادت ٹھہرا ہوا تھا۔ ان بیہودہ رسموں نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا۔ پھر وبالِ ابتداء کا وہ جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطورِ خیرات نہ رکھا۔ ریاء و تفاخر علانیہ ہوتا ہے۔ پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے۔ روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں۔ رزقِ الٰہی کی بے ادبی ہو رہی ہے پیسے مٹی ریتے میں گر کر غائب ہو رہے ہیں۔ مال کی اضاعت ہو رہی ہے۔ مگر نام تو ہو گیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں۔ اب بہارِ عشرہ کے پھول کھلے تاشے، باجے بجتے چلے، رنگ رنگ کے کھیلوں کی دھوم ——— بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم ——— شہوانی میلوں کی پوری رسوم ——— جشنِ فاسقانہ یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ ڈھانچہ بعینہا حضرت شہدائے کرام علیہم الرضوان کے پاک جنازے ہیں

ع اے مومنو! اٹھاؤ جنازہ حسین کا

گاتے ہوئے مصنوعی کربلا پہنچے۔ وہاں کچھ نوچ اتار ——— باقی توڑ تاڑ دفن کر دیئے۔ یہ ہر سال اضاعتِ مال کے جرم و وبال جدا گانہ رہے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ حضرات شہدائے کرام کربلا علیہم الرضوان والثناء کا مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے اور بدعات سے توبہ دے۔ آمین۔"

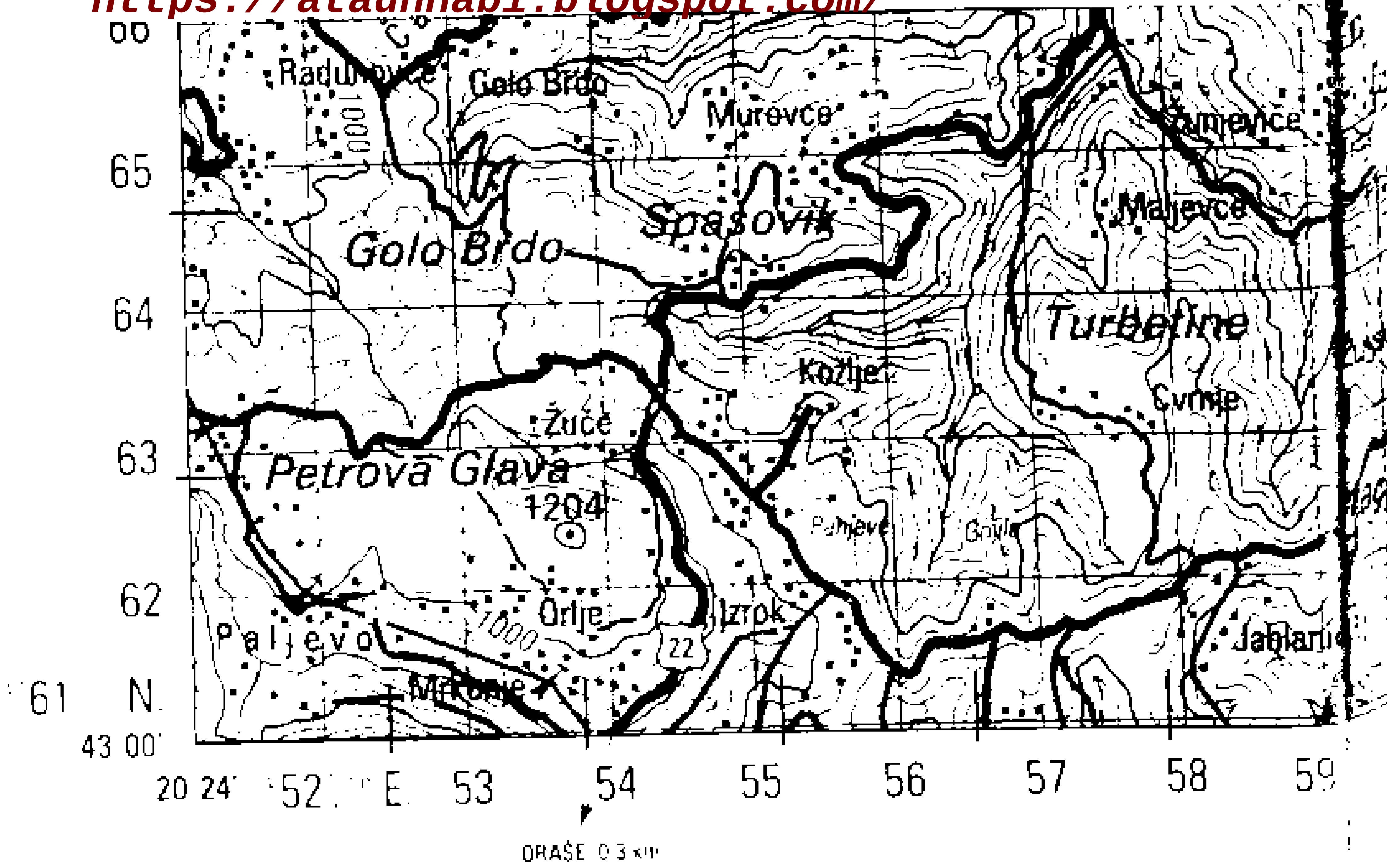
(۴۹)

زیرِ نظر نثر پارہ مولانا احمد رضا خان قدس سرہٗ کی تصنیف "الحجۃ الفائحہ" سے لیا گیا ہے۔

(الف)

"اس طرح عوام جہلاء نے ایصالِ ثواب کے بارے میں جو ناپسندیدہ امور پیدا کر رکھے ہیں مثلاً دکھاوا، چرچا اور تفاخر مالداروں کو جمع کرنا اور فقراء کو منع کرنا۔ ایسے ہی تیجے میں ایک جماعت ایک جگہ بیٹھ جاتی ہے اور تمام لوگ بلند آواز سے قرآن مجید سے پڑھتے ہیں اور قرآن مجید سننے کے فریضے کو ترک کر دیتے ہیں۔ یہ تمام باتیں ممنوع، مکروہ اور ناروا ہیں۔ علماء کو چاہیئے کہ زائد خرابیوں پر لوگوں کو تنبیہہ کریں۔ یہ نہیں کہ زبان کی تیزی اور روانی کے سہارے سے اصل کام ہی کو ختم کر دیں۔ جیسے کہ اکثر عوام نماز میں خصوصاً نوافل جنہیں وہ تنہا ادا کرتے ہیں، ارکانِ نماز کو آہستہ آہستہ ادا نہ کرنے اور دیگر ممنوعات کے عادی بن جاتے ہیں۔ اس بنا پر انہیں نماز ہی سے نہ روکا جائے بلکہ اُن ناپسندیدہ عادات سے روکنا اور ڈرانا چاہیئے اور نماز ادا کرنے کا شوق و رغبت دلانا چاہیئے۔ یہ مختصر تقریر اور قولِ فیصل مخالفین کے خواص اور اس طرف کے بعض عوام دونوں کو ناگوار ہوگا لیکن کیا کیا جائے کہ حق یہی ہے اور حق سے راہِ فرار نہیں۔ اللہ تعالےٰ ہی راہِ راست کی ہدایت فرمائے۔"





Prepared and published by the National Imagery and Mapping Agency

MAP INFORMATION AS OF 1998

LEGEND

POPULATED PLACES

Densely built up areas

Sparsely to moderately built up areas

ROADS

Single Track — Multiple Track

RAŠKA

OBSTRUCTIONS

Elevation of obstruction top above sea level (≥ 46m) — Single — Group

Elevation of obstruction top above ground level (≥ 46m) — < 46m — ≥ 46m

High tension powerlines

Telephone or telegraph line — Tel

Catenary powerline

DRAINAGE — Perennial — Intermittent

Streams

Less than 50m wide

50m wide or more

Spring

Well

Lakes: Perennial, Intermittent, Dry

Swamp. Land subject to natural inundation

Cistern. Dissipating stream

Disappearing stream

VEGETATION

Vineyard. Orchard

Scrub. Scattered trees

Woodlands: Evergreen, Deciduous, Mixed

MISCELLANEOUS RELIEF

Spot elevation: Highest, Normal — 2030 · 320

Depression. Embankment

Cliff ≥ contour interval, Cliff < contour interval

Cut ≥ contour interval, Cut < contour interval

Fill ≥ contour interval, Fill < contour interval

امام احمد رضا کے نثری شہ پارے

مرتبہ

سید محمد ریاست علی قادری

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی